یارسول اللہ ﷺ آپ کی شان پر جان بھی قربان

# تحفظ ناموسِ رسالت

## ایک فرض ایک قرض



مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز، کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور 0321-9407699, 042-37115771

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلَیکَ یَاسَیِّدِی یَارَسُولَ اللہ

وَعَلیٰ آلِکَ وَاَصحَابِکَ یَاسَیِّدِی یَاحَبِیبَ اللہ

# تحفظِ ناموسِ رسالت

## ایک فرض ایک قرض


افادات
ڈاکٹر مُفتی مُحمّد اشرف آصِف جلالی



صِراطِ مُستقیم پبلیکیشنز، کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771, 0321-9407699

| | |
|---|---|
| نام کتاب | تحفظِ ناموس رسالت ایک فرض ایک قرض |
| تصنیف | ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی |
| باہتمام | شیخ محمد سرور اویسی، محمد آصف علی جلالی |
| ایڈیشن پنجم | 22مارچ2010ء |
| تعداد | 1100 |
| صفحات | 64 |
| ہدیہ | 40روپے |

## ملنے کے پتے

جلالیه و صراط مستقیم پبلی کیشنز گجرات
مکتبه قادریه رضویه لاهور / مکتبه اعلیٰ حضرت لاهور
جامعه جلالیه رضویه لاهور / کرمانواله بك شاپ لاهور
مکتبه فکر اسلامی کهاریاں / رضا بك شاپ گجرات
مکتبه مهریه رضویه کالج روڈ ڈسکه / دارالنور لاهور
جامعه محمدیه رضویه بهکهی شریف۔ منڈی بهاوالدین
مکتبه رضائے مصطفےٰ گوجرانواله /مکتبه غوثیه کراچی

صراطِ مستقیم پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ لاہور


أعوذ بالله من الشيطان الرجيم
بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ

اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا آبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ

جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ

وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مَوْلَاىَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ناموس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہم ہر باطل سے ٹکرائیں گے
جو راہ میں ہماری آئے گا، ہم اس کو مار گرائیں گے

یہ مسئلہ ہے جب ایمان کا، کیا خطرہ ہے جسم و جان کا
اس مسئلے کو جو چھیڑے گا، پھر تاج اچھالے جائیں گے

کیا حاجت ہے ہمیں زندگی کی، پھر زندگی میں شرمندگی کی
سب وار کے پونجی جنڈڑی کی، خود بدن پہ کفن سجائیں گے

گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چلتا پھرے، کیوں عاشق دل میں جلتا رہے
گستاخ کو آگ لگا کے ہی، سینے کی آگ بجھائیں گے

اس راہ محبت میں ہم سے، مہمان بنے جو جیلوں کے
کل خلد بریں کے باغوں میں، تختوں پہ دیکھے جائیں گے

اس راہ میں جن کو زخم لگے، وہ پھول ہیں گویا جنت کے
انہیں ساقی کوثر محشر میں، بھر بھر کے جام پلائیں گے

محبوب کی عزت گر مانگے، آصف کی جان بھی حاضر ہے
اِک جان نہیں ان پر تو، لکھ بار بھی صدقے جائیں گے

اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ جلالہ وعمّ نوالہ واعظم شانہٗ واتم برھانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرورِ کائنات، مفخرِ موجودات، زینتِ بزمِ کائنات، دستگیرِ جہاں، غمگسارِ زماں سید سروراں، حامیٔ بیکساں، قائد المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ جنابِ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد:

وارثانِ منبر ومحراب، اربابِ فکر و دانش، اصحابِ محبت ومودّت، حاملینِ عقیدۂ اہلِ سنت

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین سامعین وناظرین!

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے صراطِ مستقیم کے اجالوں میں آج ہم سب کو فہمِ دین کورس کے انیسویں سبق میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے:

# تحفظِ ناموسِ رسالت ایک فرض ایک قرض

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کا فہم عطا فرمائے، ناموسِ رسالت کو سمجھتے ہوئے اس کے تحفظ کا فریضہ ادا کرنے اور اس سلسلے میں جو ہم پر قرض ہے، اس کو اتارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محتشم سامعین حضرات!

بحیثیت مومن ہر شخص ناموس رسالت کے سلسلے میں جس یقین، چاشنی اور اطمینان کو محسوس کرتا ہے، اسے زبان پر الفاظ کے ذریعے سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایک عام سا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، جو بہت بڑا محدث، مفکر نہیں، بالکل ان پڑھ سادا سا ایک امتی ہے، تو اس کے دل میں بھی اس مسئلہ کے لحاظ سے جو یقین ہے، وہ اتنا بلند ہے کہ ہمالہ کی چوٹیاں بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

ذرّہ خاکم ولے با مِہر دارم دوستی

پائے کوباں تا فرازِ آسمان خواہم شدن

ایک مسلمان جو بظاہر عام سا ہے لیکن وہ اپنی اس حیثیت کو جانتا ہے اور اس پر رب ذوالجلال کا شکر گزار ہے کہ:

میں ایک ذرہ ہوں اور میری دوستی آفتاب کے ساتھ ہے وہ آفتاب اور اس کی کرن ذروں کو بلندیوں تک پہنچانے والی ہے۔

آج کا ہمارا موضوع اس سال کے ایک بہت بڑے حادثے کے لحاظ سے بھی بڑا اہم ہے، ڈنمارک میں جو گستاخانہ خاکے شائع کئے گئے اور اس کے بعد پوری اسلامی دنیا میں جو اس پر احتجاج ہوا اور ردعمل ہوا اور پھر اس سلسلے میں مختلف سیمینار اور اعلیٰ اداروں کے اندر بھی گفتگو ہوتی رہی۔ اس لحاظ سے بھی یہ اہم مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے اور International affair کے لحاظ سے بھی ایک اہم مسئلہ ہے اور اس وقت اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ ان بدبختوں نے پھر ایک بار عاشقانِ رسول ﷺ کے سینوں کو زخمی کیا، جب رمضان المبارک میں ہی پھر ان خاکوں والی فلموں کو دوبارہ چلایا تو اس کی وجہ سے بھی ایک نئی صورتحال سامنے آرہی ہے۔

ہم نے چونکہ تمام تر مسلکوں سے بالاتر ہو کر اس ایمانی فریضہ کو سرانجام دینا ہے، تو اس سلسلہ میں ہمیں قرآن وسنت سے اپنا راستہ پوچھنا چاہئے اور زمانے کی ترجیحات، حکومتوں کے معاملات اور اس کے سوا اپنے داخلی بعض معاملات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صرف اور صرف اپنے ایمان کو بچانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اکرم ﷺ کی چاہتوں کے حصول کے لئے ہمیں روح کی گہرائی سے اس مسئلے کو سمجھنا چاہئے اور اسی لحاظ سے پھر اس کو آگے لے جانا چاہئے اور اس پر عمل پیرا

ہونا چاہئے۔

## تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوّت پر مومن کا ایمان

خالق کائنات جل جلالہ نے ہمیں جو اساسی عقائد دیئے ہیں، ان میں سے منصب نبوت سے متعلق اہم عقیدہ تمام رسولوں پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کرام علیہم السلام میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو قیادت اور سیادت عطا فرمائی ہے۔

ہماری یہ گفتگو اس لحاظ سے بھی غیر مسلم دنیا اور بالخصوص عیسائیوں اور یہودیوں کے لحاظ سے قابل غور ہے کہ مسلمان کبھی توہین رسالت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا، جس کے دل میں بھی لذتِ ایمان موجود ہے، اس کے ہاں یہ نہیں ہے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس کا تو دفاع کرے اور معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ناموس پہ حملہ کر جائے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا کسی بھی پیغمبر کے بارے میں نازیبا لفظ بولے، ہمیں جو قرآن وسنت نے سکھایا ہے، وہ یہ ہے کہ جہاں بھی نبوت جلوہ گر ہوئی ہے، وہاں اللہ تعالیٰ نے ہر عیب کو دور رکھا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کو عیوب سے پاک پیدا کیا ہے۔

اس واسطے عیسائیوں کو ہماری مجبوری سمجھنی چاہئے یعنی اگر ہم یہ رویہ رکھتے ہوتے کہ ہم ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے لئے تو کٹ مرتے ہوتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لحاظ سے ہمارے دلوں میں کوئی تقدس نہ ہوتا تو پھر یہ سوچتے کہ یہ ایک تعصب ہے، اس کی بنیاد پر یہ لوگ جلتے ہیں، جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ ہمیں وہ

شخص اتنا ہی برا لگتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ بول رہا ہو، جتنا ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والا بُرا لگتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی نبی ہیں ان کا مقام مزید بلند و بالا ہے۔

جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی ہے، ہم ان گستاخوں کو نبوت کی گستاخی کے لحاظ سے مساوی سمجھتے ہیں اور ہمارا اس شخص کے بارے میں کوئی نرم پہلو نہیں ہے، نرم گوشہ نہیں ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گستاخی کرتا ہو، ہم اس کو پناہ دینے والے ہوں یا ہم اس کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے ہوں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اس کو بھی اتنا بڑا مجرم سمجھتے ہیں کہ جتنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کو مجرم سمجھتے ہیں، تو پھر عیسائی دنیا کو سوچنا چاہئے کہ وہ ہمارے بارے میں اس نگاہ سے سوچے کہ انہوں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو تقدس کی نگاہ سے مانا ہے۔

لہٰذا جب یہ ان انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کوئی عیب نہیں سن سکتے اور بیان نہیں کرسکتے کہ جب ان کی نبوتوں کا زمانہ گزر چکا ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں کا نبی بنایا ہے اور ہمیشہ کی نبوت جن کو عطا فرمائی ہے، ان کے بارے میں اس طرح کی نازیبا گفتگو کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں۔

لہٰذا مغرب کو بالخصوص اس view سے اس دینی مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ ہم منصبِ نبوت کے لحاظ سے بالکل حساس ہیں، اور یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی

انبیاء علیہم السلام کو ہمارے محبوب ﷺ کی نبوت کے جھنڈے کے نیچے نبوتیں عطا فرمائی ہیں اور وہ اپنے دور کے مستقل بنی رہے ہیں، وہ سارے کے سارے ہر عیب سے پاک ہیں اور ان میں سے جو کسی کی بھی گستاخی کرتا ہے، ہمارے نزدیک وہ کائنات کا سب سے بڑا مجرم ہے اور اس کو وہ سزا دینی چاہئے، جو کائنات کے سب سے بڑے مجرم کو سزا دی جاتی ہے۔

## اللہ اور رسول ﷺ کی محبت تمام محبتوں پر غالب

قرآن مجید کی سورۃ المجادلہ کی آیت نمبر ۲۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

آپ ایسی قوم نہیں پائیں گے، جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر تو ایمان رکھے

یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرے۔

اللہ فرماتا ہے:

ایسی کوئی قوم میرے بندوں کے اندر نہیں ہوسکتی جو مجھے مانے اور آخرت کے دن کو نہ مانے، جو اول آخر ایمان کی حدود تھیں، ان کو بیان کر دیا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ مجھے مانے میرے نبی ﷺ کو مانے، فرشتوں کو مانے، کتابوں کو مانے، قرآن کو مانے اور آخرت کے دن کو مانے، بعث بعد الموت کو مانے اور اس کے ساتھ اس کا Practical Life میں کیا معاملہ ہو۔

یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

رب کو اور رسول ﷺ کو مان کر دوستی ان سے کریں جو اللہ کی مخالفت کرتے ہیں اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایسا کوئی مومن نہیں ہوسکتا، مطلب کیا ہے؟ کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے، تو وہ مومن نہیں ہے، جو ایمان رکھنے کے بعد اللہ کے دشمنوں سے اور رسول اکرم ﷺ کے دشمنوں سے محبت کرتا ہو اور ان کے ساتھ پیار کرتا ہو اور دوستی کی پینگیں ان کے ساتھ بڑھاتا ہو، ایسا بندہ کسی لحاظ سے بھی مومن نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو مجھے مانتا ہے، اور ایمان کے تقاضے پورے کرتا ہے، مومن بن گیا ہے، وہ کبھی بھی اس شخص کے ساتھ اتحاد نہیں کرسکتا، جو میرا باغی ہو اور میرے نبی ﷺ کا باغی ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رشتوں کو شمار کر کے بتایا کہ

اگر وہ بندے کا فلاں لگتا ہو اُسکے ساتھ بندے کا فلاں رشتہ ہو، پھر بھی وہ اس سے پیار نہیں کرے گا۔

وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ

اگرچہ وہ اللہ کی گستاخی کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرنے والے مومن میں سے کسی کا باپ ہو، تو یہ مومن اس باپ سے بھی محبت نہیں کرے گا۔

اَوْ اَبْنَآءَھُمْ

اپنے بیٹے سے بھی پیار نہیں کرے گا۔

اگر اس کا بیٹا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے، تو اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے:

ایسا مومن نہیں ہوسکتا، جو مجھے مانے اور پھر اپنے اس بیٹے سے پیار کرے، جو بیٹا میرا دشمن ہے اور میرے نبی ﷺ کا دشمن ہے۔

اللہ نے فرمایا:

وہی مومن ہو سکے گا کہ جو ایمان کے بعد یہ تقاضے پورے کرتا ہے کہ وہ جتنا بھی قریبی کیوں نہ ہو، اگر وہ ہمارے دربار سے تعلق نہیں رکھتا، تو وہ مومن نہیں ہے، بلکہ مومن وہ ہوگا جو اپنے گستاخ بیٹے سے کبھی بھی تعلق نہیں رکھے گا۔

اَوْ اِخْوَانَھُمْ

خواہ وہ لان کے بھائی کیوں نہ ہوں۔

مومن وہ ہوگا، جو گستاخ بھائی سے بھی تعلق نہیں رکھے گا۔

اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ

خواہ، وہ ان کے خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔

ان سے بھی اپنا یہ تعلق ختم کرتا ہے، ان گستاخوں سے رابطہ منقطع کرتا ہے، یہ اصل میں حقیقی مومن ہے، جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اور رسول اکرم ﷺ کی محبت دونوں یکجا محبتیں ہیں، یہ ایک طرف ہیں اور دوسری طرف برادری کی محبت ہے، دوسری طرف باپ کی محبت ہے اور دوسری طرف بیٹے کی محبت، دوسری طرف بھائی کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مومن وہ ہوتا ہے، جو اللہ اور رسول ﷺ کی محبتوں کا جھنڈا ساری محبتوں پر

غالب کر دیتا ہے۔

ان محبتوں سے کوئی محبت ایسی نہیں ہے، جو اس کو راہِ حق سے پیچھے ہٹا سکے، وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا اور ان کے ساتھ وہ نرم رویہ نہیں رکھ سکتا، ان کے ساتھ مودّت نہیں کر سکتا، ان کے ساتھ دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔

ایمان اس چیز کا نام ہے کہ بندے کو معاملاتی زندگی کے اندر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور رسول ﷺ کے ساتھ محبت کا یوں ثبوت دینا پڑے گا کہ ان کے دشمنوں سے مکمل بائیکاٹ کرنا پڑے گا اور دشمنوں کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنا بالکل جائز نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ان خاص رشتوں کا ذکر کیا، تو مطلب کیا تھا؟ کہ جب ان قریبیوں سے پیار کرنا جائز نہیں تو اجنبیوں سے کیسے جائز ہوگا، جب کوئی پہلے مسلمان ہو اور پھر وہ گستاخ بن جائے اور وہ بھائی ہو یا بیٹا ہو، وہ باپ ہو یا چچا ہو، اس کے ساتھ جب رابطہ جائز نہیں ہے تو ایک عیسائی کے ساتھ کیسے جائز ہے؟ اور ایک یہودی کے ساتھ کیسے جائز ہے؟ یا ایک اجنبی مسلمان کے ساتھ جس نے گستاخی کی ہے، اس کے ساتھ اس کا تعلق کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ایسا مومن نہیں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ مومن وہی ہوتا ہے، جب ایمان آجاتا ہے، تو پھر ان ذوات کا جو دشمن ہوتا ہے، وہ مومن ان سے دشمنی رکھتا ہے، ان کے ساتھ محبت نہیں کرتا، ان

کے ساتھ نرمی نہیں کرتا، بلکہ اس کا ایمان اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس انداز میں زندگی گزارتا ہے کہ ہر ماحول کے اندر اپنے ایمان کی متاع کو محفوظ کر کے رکھتا ہے۔

## اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دشمنی کرنے والے مومن کا اجر

اللہ تعالیٰ نے پھر ان لوگوں کا اجر بھی بیان کیا، چونکہ یہ کام چھوٹا نہیں، بہت بڑا کام ہے، اس سے جگر پگھلتا ہے، اور بڑے بڑے لوگ جن کا ایمان صنوبر کے درختوں کی طرح ہو، جب ایسی آندھیاں چلتی ہیں تو وہ گرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان کی جڑیں اکھڑ جاتی ہیں۔

اپنے قریبیوں کو چھوڑنا محض اللہ کی وجہ سے، باپ کو چھوڑ دینا، بھائی بیٹے کو چھوڑ دینا، بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن جو ایسا کرے، خدا اور رسول ﷺ کے لئے اس کو کیا ملتا ہے، اللہ فرماتا ہے:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے۔

یعنی ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے، پکا کر دیا ہے، ایمان کا نقش رب نے بھر دیا ہے، یعنی وہ اتنا پکا ہے، اس کو کوئی اور محبت مٹا نہیں سکتی، بھائی برادری کی محبت بیٹے باپ کی محبت اس نقش کو مٹا نہیں سکے گی، پہلے نمبر پر تو ان کا ایمان ایسا کامل ہے اور انعام یہ ہے کہ اس کی اللہ نے خود اپنی طرف نسبت کر دی کہ اللہ نے ان کے دلوں پر ایمان کے نقش لگا دیئے ہیں۔

وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو تنہا نہیں چھوڑے گا، اگر چہ پوری دنیا بھی ان کی مخالف ہو جائے، مگر یہ پکے ایمان والے لوگ اپنی جگہ برقرار رہیں گے، ان کا تقویٰ ان کی حمیت، ان کی جرأت ہمیشہ برقرار رہے گی، اس واسطے کہ یہ دنیا میں کسی کے ریالوں اور ڈالروں کے محتاج نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ تم نے ان کی ہمیشہ حمایت کرنی ہے۔

وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اللہ انہیں جنت میں داخل کرے گا، وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

اللہ ان سے راضی ہوگا اور یہ اللہ سے راضی ہوں گے۔

اس حال میں جنت میں رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ

یہ ہے اللہ کی پارٹی، یہ اللہ کی جماعت ہے، یہ اللہ کا گروہ ہے۔

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

خبردار! جو اللہ کا گروہ ہے، وہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔

دوسرا کوئی کامیابی نہیں پا سکتا۔ اب اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے

لئے محبتوں کا نصاب تھا، اس کو کھول کے بیان کر دیا اور اس بات کو واضح کر دیا کہ کچھ فرائض ایسے ہیں، جن کو سال کے اندر ایک بار ادا کرنا پڑتا ہے، ایک مہینے کے اندر، اور کچھ فرائض اس انداز کے ہیں کہ وہ فرائض ادا کرتے وقت بندے کو دن میں پانچ مرتبہ وہ فریضہ ادا کرنا پڑتا ہے، مگر یہ اللہ کی محبت کا فریضہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا فریضہ، یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ اتنا بڑا فریضہ ہے کہ جس کی بنیاد پر ہر سانس میں بندے پر ادائیگی لازم ہوتی ہے۔

اگر ایک سانس، ایک لمحہ کے اندر بھی، وہ اس فریضہ سے غافل ہو جاتا ہے اور اس فریضہ کو چھوڑ بیٹھتا ہے، تو اس کا اثر کیا پڑتا ہے، وہ ایمان کی حلاوت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس واسطے یہ ایک دائمی فرض ہے، ایک چاہت ہے، ایک کیفیت ہے کہ جس کا مطالبہ کیا گیا ہے، ہر وقت جو مومن اپنے ایمان کو برقرار رکھنا چاہتا ہے، اسے یہ فریضہ اپنے دل میں محفوظ کرنا پڑے گا۔ اب اس کی اساسی گفتگو کو سمجھنے کے لئے اس آیت کا شان نزول دیکھنا چاہئے۔

## آیت کا شان نزول

اس آیت کے شان نزول کو امام قرطبی نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔

اصل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے جب کلمہ نہیں پڑھا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے، ویسے تو یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اعزاز ہے کہ یہ خود بھی صحابی ہیں، ان کے والد گرامی بھی

صحابی ہیں، ان کے بیٹے بھی صحابی ہیں اور ان کے پوتے بھی صحابی ہیں، لیکن یہ اس وقت کی بات ہے، جب حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ نہیں پڑھا تھا، ایک دن بول رہے تھے کہ:

اَنَّ اَبَاقُحَافَۃَ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔

جس وقت انہوں نے گالی دی، تو کیا ہوا

فَصَکَّہٗ اَبُوْبَکْرٍ صکۃً

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو یوں تھپڑ مارا کہ وہ منہ کے بل گر پڑے

فَسَقَطَ مِنْھَا عَلٰی وَجْھِہٖ

جب ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اپنے منہ کے بل گرے تو اس کے بعد اٹھے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے

فَذَکَرَ ذَالِکَ لَہٗ

عرض کرنے لگے:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ کے بارے میں میرے والد کے منہ سے کچھ لفظ نکل گئے تھے تو مجھ سے برداشت نہ ہوا، وہاں تو میرا امتحان تھا کہ والد بھی ہے،

بوڑھا بھی ہے اور پھر آپ ﷺ کا معاملہ تھا تو میں نے ایک تھپڑ مارا ہے تو وہ منہ کے بل گرے ہیں۔

فَقَالَ اَوَ فَعَلْتَهٗ

آپ ﷺ نے فرمایا: اے صدیق! کیا تم نے واقعی ایسا کیا ہے؟

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، ہاں یا رسول اللہ ﷺ، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَاتَعُدْ اِلَيْهِ

اے صدیق! آئندہ ایسا نہ کرنا۔

محبوب ﷺ اپنی طرف سے جو شفقتیں فرمانے والے ہیں، اس کا آپ ﷺ اظہار کر رہے تھے، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! آج جو انداز تھا میرا

وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا

مجھے اس خدا کی قسم ہے، جس نے آپ کو سچا نبی بنایا ہے

لَوْ كَانَ السَّيْفُ مِنِّىْ قَرِيْبًا لَقَتَلْتُهٗ (اسباب نزول:۲۷۷)

اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں باپ کا سر اتار دیتا۔

یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ آپ کے بارے میں بولے اور میں اس کو کچھ نہ کہتا، اس وقت پاس کچھ نہیں تھا، میں نے تھپڑ مارا ہے اور اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں کبھی بھی نہ چھوڑتا، اپنے باپ کا سر قلم کر دیتا، جب یہ گفتگو ہو رہی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے

یہ آیت نازل فرمادی کہ:

اے محبوب ﷺ تمہارے دیوانوں کی اور تمہارے عاشقوں کی یہی شان ہے، ان کا ایمان ان کو مجبور کرے گا، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ تجھے اور مجھے مانیں اور پھر ہمارے گستاخوں کو یہ معاف کردیں، اگرچہ ان کے باپ ہوں گے، پھر بھی یہ نہیں چھوڑیں گے، اور ان سے اس طرح کا معاملہ کریں گے، تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ رسول اکرم ﷺ کا جو کلمہ پڑھتا ہے، اس کو یہ حیثیت مل جاتی ہے۔

محمد ﷺ ہیں متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارے
پدر، مادر، برادر، جان مال اولاد سے پیارے

## دوسرا شانِ نزول

دوسرا اس کا شان نزول حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قَتَلَ اَبَاہُ عُبَیْدُاللّٰہِ بْنُ الْجَرَّاحِ یَوْمَ اُحُدٍ (اسباب نزول:۷۵۳)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ الجراح کو اپنی تلوار سے احد کے میدان میں قتل کیا۔

بہرحال رسول اکرم ﷺ کے اس صحابی ابوعبید اللہ بن الجراح نے جس وقت مخالف کیمپ میں اپنے باپ کو دیکھا ہے، ان سے برداشت نہیں ہوسکا کہ یہ میرے محبوب سے لڑنے کے لئے آ گیا ہے اور پھر سلامت واپس چلا جائے، یہ وہ انداز تھا

جو چشم فلک نے کہیں نہیں دیکھا کہ ایک انسان کی محبت میں لوگ یہاں تک چلے گئے ہیں کہ ان کو اپنے رشتے بھول گئے ہیں اور اپنے رشتوں کی محبتیں بھول گئی ہیں، اور والدین کے ساتھ جو پیار ہے، وہ ختم ہو گیا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب جراح کو قتل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیت نازل کر دی ہے کہ ایمان والوں کا مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ انکا ایمان برقرار تب رہتا ہے، جب ایمان کو محفوظ کرنے کے لئے جو بھی ان کو اپنے محبوبوں کا مخالف نظر آتا ہے یا دشمن نظر آتا ہے اور پھر وہ گستاخیاں کرتا ہے تو یہ اس سے زمین کو پاک کر کے اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہمارے دل اور سر پر صرف ایک محبوب ﷺ کی محبت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔

یہی وہ صورتِ حال تھی، جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تھا تو ان کی امی کہتی تھیں کہ اے سعد! واپس آ جاؤ، ورنہ میں مر جاؤں گی، اس نبی ﷺ کو چھوڑ دو اور اس دین کو چھوڑ دو تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا:

لَوْ كَانَتْ لَكَ اَلْفُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِيْنِيْ هٰذَا لِشَيْءٍ

میری امی تیری ایک جان ہے، جس کی تم مجھے دھمکی دے رہی ہو کہ میں واپس آ جاؤں، ورنہ تم مر جاؤ گی، تم مر کے کیا کر لو گی، اگر تمہاری ہزار جانیں ہوں، ہر جان کے نکلنے پر تم مجھے warning دو کہ سعد واپس آ ؤ، ورنہ میں مر جاؤں گی، میری ماں تجھے ہزار بار مرتا دیکھوں گا، مگر ایک بار بھی در حبیب ﷺ سے واپس نہیں آ ؤں گا۔

اس آیت کے شان نزول کو اسباب نزول کے اندر بیان کرتے ہوئے یہ کہا

گیا کہ بالخصوص یہاں جو آ رہا ہے،

اَوْ اَبْنَاءَهُمْ

خواہ وہ بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، گستاخ ہوں اور بیٹے ہوں، تو پھر بھی مومن ان سے تعلق نہیں رکھ سکتا۔

یہاں پر بطور خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا، دیگر کتب تاریخ الخلفاء میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے لحاظ سے ہے، جس وقت انہوں نے اسلام لانے کے بعد کہا تھا کہ اے ابا جان! جنگ بدر میں آپ میری تلوار کے نیچے آ گئے تھے اور میں نے اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ آپ میرے والد ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، اٹھ کے بیٹھ گئے اور چہرہ سرخ ہو گیا، فرمایا:

لَوْ اَهْدَفْتَ لِيْ يَوْمَ بَدْرٍ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ

تم نے مجھے چھوڑ دیا تھا، اگر بدر کے دن تم میری تلوار کے نیچے آتے، تو میں تجھے کبھی بھی معاف نہ کرتا۔

لیکن اس مقام پر قرطبی میں حضرت عبداللہ کے حوالہ سے یہ ذکر ہے کہ جس وقت بدر کے دن صفیں بنیں، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ میرا بیٹا مخالف صف میں کھڑا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابھی جنگ کا آغاز نہیں ہوا، وہ ایک ایک پہلوان کر کے نکلیں گے، پھر دو دو کر کے نکلیں گے، پھر تین تین، پھر دست بدست لڑائی ہو جائے گی، یہ سارا منظر بعد میں ہو گا، میں چاہتا ہوں، باپ بیٹے کی لڑائی پہلے ہو جائے، مجھے اجازت دو کہ میرا بیٹا جو مخالف سمت

میں کھڑا ہے، میں اس کے پاس جا کر بدلہ لوں اور اس کو بتاؤں کہ تم کس انداز میں میرے محبوب ﷺ کے خلاف نکلے ہو، اس دن میرے نبی ﷺ نے یہ جملہ بولا تھا:

فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَتِّعْنَا بِنَفْسِكَ يَا اَبَابَكْرٍ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! اپنی جان سے مجھے فائدہ دو تم میرے لئے کتنے ضروری ہو،

اَمَا تَعْلَمُ اَنَّكَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ

تم یوں ہو، جیسے آنکھیں اور کان ہوتے ہیں۔

تم میری آنکھیں ہو اور میرے کان ہو، ابوبکر میں تجھے کیسے اجازت دے دو، لہٰذا جو معاملات ہوں گے، ہوتے رہیں گے، سرکار دو عالم ﷺ اسی دن ہی خلافت کی نوید سنا رہے تھے، آنکھیں اور کان سے تشبیہ دے کر پوری ملت اسلامیہ کے اندر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جو مرتبہ تھا، رسول پاک ﷺ نے اس کو واضح فرمایا ہے اور قرآن مجید کی آیت نازل ہوگئی کہ یہ ہے ایمان کہ اگر ان کو اپنا بیٹا اپنے محبوب ﷺ کے خلاف نظر آجائے تو اس کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور فوراً ارادہ کر لیتے ہیں۔

اَوْ اِخْوَانَهُمْ

خواہ وہ ان کے بھائی ہوں۔

اس سلسلے میں بھی وہ اپنا انداز یہی رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو بطور خاص کردار ہے، وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ہے، جنہوں نے بدر کے دن

اپنے بھائی عبید بن عمیر کی کھوپڑی جدا کر دی، بدر کے دن چشم فلک نے عجیب نظارہ دیکھا کہ بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے، وہ گہرے رشتے آج اس بنیاد پر، اس نظریے کے لحاظ سے بدل گئے ہیں، یہ نہیں دیکھا جا رہا کہ رنگ ایک ہے یا بولی ایک ہے یا خون ایک ہے، بلکہ یہ دیکھا جا رہا ہے کہ وہ پیغمبر کا عاشق ہے یا گستاخ ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے اس کی حیثیت کیا ہے۔

یہ اصل میں ملت اسلامیہ کی بنیادی طور پر روح ہے اور یہ ہماری رشتہ داریوں کی بنیاد ہے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن اپنے بھائی عبید کو قتل کر کے اس بات کو واضح کیا کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں متاع عالم ایجاد سے پیارے

پدر، مادر، برادر، جان مال اولاد سے پیارے

أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

خواہ کنبہ ہی کیوں نہیں ہے، ان سے بھی ٹکرائے ہیں۔

یعنی

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَتَلَ خَالَهُ الْعَاصَ بْنَ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ يَوْمَ بَدْرٍ (تفسیر قرطبی ۹/۲۷۵-۲۷۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بدر کے دن خود قتل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کرتے ہوئے

اپنی چمکتی تلوار سے اس بات کو ثابت کیا کہ ساری محبتوں سے بالاتر جو محبت ہے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت ہے، اس محبت کی opposition میں جو بھی آئے گا، خواہ چچا ہو یا ماموں ہو خواہ باپ ہو، یا بیٹا ہو، اس کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

ایسے ہی (عشیرۃ) کے لحاظ سے یہ بھی ہے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما بدر کے دن اپنی برادری کے لوگوں کو، عتبہ اور شیبہ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اور یہ ثابت کیا تھا کہ ہمیں رب ذوالجلال نے جو دین دیا ہے، اس دین کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی ہمارے محبوب ﷺ کے خلاف آئے گا، ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس سے رشتہ داری کیا ہے، ہم یہ دیکھیں گے کہ یہ ہمارے نبی ﷺ کا گستاخ ہے، لہٰذا ان کا فیصلہ ہماری تلواریں کریں گی۔

یہ مقدس شخصیات کا کردار تھا کہ جن کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ان لوگوں نے یہ کام کیا تو اللہ نے یہ انعام دیا اور قیامت تک کیلئے اللہ نے یہ پیغام دیا کہ قیامت تک مومن وہی رہے گا کہ جو اس نقش قدم پر چلے گا، یعنی ایسے کچی لسی کے ایمان والے لوگ اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہو سکتے اور ان کے ایمان کو اللہ اپنی طرف سے کتابت قرار نہیں دیتا، جو یہ کہیں کہ ایمان بھی رہے گا اور رشتہ داری بھی رہے گی، ایمان بھی رہے گا، برادری بھی رہے گی، ایمان بھی رہے گا اور بھائی ہے یا باپ ہے، اگر گستاخ ہے لیکن باپ اور بھائی تو ہیں، یہ بھی رہیں گے۔ نہیں نہیں، اللہ تعالیٰ نے جھڑک کے فرما دیا کہ

لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

ایسی قوم ہرگز مومن نہیں ہوسکتی، جو ایمان بھی رکھے اور ان گستاخوں کا دھیان بھی رکھے۔

فرمایا،نہیں نہیں، بلکہ وہی مومن رہے گا کہ جو اسی انداز میں اپنے ایمان کے تقاضے پورے کرے گا۔اس وقت میں آیت کے بعد ایک چھوٹا سا sketch بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج جو اعتقادی طور پر مرض ہے، جو کینسر کی طرح امت میں آیا ہے اور جسد ملت کو جس نے کھوکھلا کیا ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے منصبِ نبوت کو بالکل مذاق سمجھ لیا ہے کوئی کہتا ہے بڑے بھائی جیسے ہیں، کوئی کہتا ہے گاؤں کے چودھری جیسے ہیں اور کوئی کہتا ہے، ڈاکیے جیسے ہیں، یہ انداز لوگوں نے اپنایا ہوا ہے، حالانکہ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

منصبِ نبوت کا جو مقام ہے اور اس کی جو حیثیت ہے، وہ عرش سے بھی نازک تر ہے، اس واسطے انسان کو اس سلسلہ میں پوری طرح حساس ہونا چاہئے کہ کہیں کوئی ایسا جملہ اس کی زبان سے نہ نکلے۔اتنی نزاکت کسی شیشے میں نہیں ہے جتنی منصبِ نبوت کے اندر موجود ہے اور اتنا تقدس کسی شبنم کے شفاف پن میں نہیں ہے، جتنا کروڑ مرتبہ اس سے زائد تقدس اللہ نے منصبِ نبوت کو عطا فرمایا ہے۔

اس واسطے اس منصبِ نبوت کا ایک انداز ذہن میں رکھتے ہوئے پھر ہمیں survey کرنا چاہئے کہ آج اگر بیرونی محاذ پر ہمیں شورشیں نظر آرہی ہیں اس کے اسباب اندرونی محاذ میں موجود ہیں اور کچھ لوگ اندرونی محاذ کے اندر جو ہیں، انہوں

نے دروازہ کھولا ہے کہ جس کی وجہ سے بیرنی محاذ پر اتنی قباحتیں پیدا ہوگئی ہیں۔اس لیے ہم صدق دل سے، خلوص اور ایمان کی اس مجلس کے اندر ان کو دعوت فکر دیں گے کہ اگر کوئی ایسا شخص ایسا دہندہ کر رہا ہے تو خدارا اس ملت پہ احسان کرتے ہوئے اپنی ان باتوں سے باز آجائے، تاکہ جو بیرونی غیر مسلم ہیں، ان کو پتہ چلے کہ مسلم امہ اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں کس قدر عالی نظریات رکھنے والی ہے۔ یہاں پر سب سے پہلے حسب المفتین کا فتوی بیان کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد اس کا ماخذ بیان کروں گا، البحر المحیط میں امام علم الھدی نے اس کو بیان کیا ہے۔

مَنْ شَتَمَ النَّبِیَّ ﷺ

جس شخص نے نبی ﷺ کو گالی دی

اَوْ اَھَانَہٗ

یا اہانت کی

اَوْ عَابَ فِیْ اُمُوْرِ دِیْنِہٖ اَوْ شَخْصِہٖ اَوْ فِیْ وَصْفٍ مِنْ اَوْ صَافِہٖ

یا جس نے آپ کے امور دینیہ میں عیب لگایا یا ذاتی معاملے میں عیب لگایا۔

شخص سے مراد رسول اکرم ﷺ کی ذات ہے اور تشخص ہے، مثال کے طور پر آپ کا قد مبارک ہے اور آپ کا چہرہ مبارک ہے، آپ کے ہاتھ مبارک ہیں، آپ کے خاکہ شخصی کے لحاظ سے کوئی عیب لگاتا ہے کہ معاذ اللہ ناک اس طرح کی تھی، اس میں عیب بیان کرنا مقصود ہو، اور تو اور رہا، یہاں تک کہ فتاوی عالمگیری میں یہ کہا گیا

لَوْقَالَ اِنْعَلِ النَّبِیِّ ﷺ نُعَیْلٌ یَکْفُرُ

اگر رسول اکرم ﷺ کے نعلین میں سے ایک کو حقارت کی نگاہ سے اتنا کہہ دے گا کہ یہ چھوٹا جوتا ہے، اس کا ایمان سلامت نہیں رہے گا۔

اَوْ فِیْ وَصْفٍ مِنْ اَوْصَافِہٖ

یا رسول اکرم ﷺ کے اوصاف میں سے کسی وصف پر کوئی بندہ hit کرتا ہے۔

اب اس میں عموم آ گیا کہ وہ hit کہاں کرے گا، ذات پر یا تعلیمات پر یا پھر اوصاف پر، یہ پہچانئے کہ یہ دھندہ کیسے ہوتا ہے۔

آج ہمارے ہاں کچھ مغرب زدہ لوگ اور اپنے تئیں نام نہاد دانش ور اور مفکر، وہ محبوب ﷺ کے مرتبے کو عام سمجھتے ہیں۔ میں ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جو Oxford سے مسلمانوں کے بچے پڑھ کے آئے تھے، آج بولتے ہوئے ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم ایک پیغمبر کے بارے میں اپنی زبان کھول رہے ہیں اور جو سارے رسولوں کے سردار ہیں، ان کے بارے میں بول رہے ہیں۔ تو وہ بولتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی سنت کی توہین کر جاتے ہیں،

داڑھی مبارک پر کوئی جملہ بول جاتے ہیں، سرکار ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ سخت ہیں، یہ ظالمانہ حدود ہیں، یہ فلاں ہیں، یہ فلاں ہیں، اس طرح کا کوئی جملہ بول جاتے ہیں تو یہ نہ سمجھو کہ ڈنمارک میں اگر کوئی گستاخی کرے تو وہ گستاخی ہوتی ہے نہیں نہیں! اگر کوئی اسلام آباد میں گستاخی کرتا ہے تو وہ بھی یوں ہی ہوتی ہے، اگر کوئی گوجرانوالہ میں یوں بولتا ہے، تو وہ بھی گستاخی ہوتی ہے، کیوں؟

ہمارے رسول اکرم ﷺ کی سنت ہمارے لئے final طریقہ ہے، جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے اس پہ جو تنقید کرے گا اس نے سرکار دو عالم ﷺ کی توہین کی ہے۔ یہ شریعت اللہ کی طرف سے فائنل شریعت ہے اور اس پر جو تنقید کرے گا، وہ توہین رسالت کر رہا ہے۔ ایسے ہی نبی اکرم ﷺ کی ذات کا معاملہ ہے، جو محبوب ﷺ کو معاذ اللہ یوں تشبیہات دے، لوگو دیکھو! کہیں میری کرسی کے نیچے تو نہیں بیٹھے ہوئے، کہیں یہاں تو نہیں ہیں، اس طرح کی باتیں کر کے رسول اکرم ﷺ کے نور کو تولنے کی کوشش کرے، علوم کے بارے میں اپنی طرف سے کہتا پھرے اور یہاں تک کہہ جائے کہ ان کو کل علم تو آتا نہیں تھا، بعض میں ان کی کیا فضیلت، ایسا تو زید، عمر، بکر، پاگلوں اور حیوانوں کو بھی حاصل ہے، اس طرح کی جو باتیں کر رہا ہے تو وہ شخص نبی ﷺ کی ذات پر بھی تنقید کر رہا ہے، اوصاف پر تنقید کر رہا ہے۔

تنقید کے لحاظ سے وہ سنت پر تنقید کرے، شریعت پہ تنقید کرے، سرکار ﷺ کے پیکر پہ تنقید کرے یا سرکار ﷺ کی صفات پر تنقید کرے، یہ سارے لوگ برابر کے مجرم ہیں، ان سب کو گستاخانہ صف میں برابر کا شمار کیا جائے گا

یہاں پر تو یہ تھا کہ اس گستاخی کا رخ کس طرف ہے، تو نبی اکرم ﷺ کے یہ شعبہ جات ہیں، ان میں سے کسی کی طرف اگر رخ ہوگا تو گستاخی شمار ہوگی، اب یہ کہ وہ گستاخ ہیں کون؟ آگے فرماتے ہیں:

سَوَاءٌ كَانَ الشَّاتِمُ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ اَوْ غَيْرِهَا سَوَاءٌ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ ذِمِّيًا اَوْ حَرْبِيًّا

وہ جس نے رسول ﷺ کی ذات، وصف یا تعلیمات پر تنقید کی ہے، وہ امت محمدی ﷺ سے ہو یا اس کے علاوہ ہو، آگے عام ہے کہ وہ اہل کتاب سے ذمی ہو یا حربی ہو، وہ گستاخ قرار پائے گا۔

سَوَاءٌ كَانَ الشَّتْمُ أَوِ الْإِهَانَةُ أَوِ الْعَيْبُ صَدَرَ عَنْهُ عَمَدًا أَوْ قَصْدًا أَوْ سَهْوًا أَوْ جِدًّا أَوْ هَزْلًا

خواہ اس نے گستاخی ارادے سے کی ہو، یا اس نے سہو سے کی ہو،

سہو کا مطلب یہ ہے کہ وہ گستاخی کا نظریہ رکھتا ہے اور اس نظریے میں بھول گیا تھا، بھول سے اس نے وہ گستاخی گھڑی ہوئی ہے، یعنی نظریاتی الجھن میں آکر اس نے وہ گستاخی کر دی ہے۔

یا وہ گستاخی مذاق کے انداز میں ہو یا سنجیدگی کے انداز میں ہو۔

علامہ علم الھدی فرمانے لگے، سب میں برابر کا مجرم ہے، رسول اللہ ﷺ کی گستاخی جس انداز میں ہو اور جس انداز میں بھی وہ اہانت کرے تو اس کو کیا کہا جائے گا، وہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ كَفَرَ خُلُودًا

وہ دائمی کافر ہو گیا۔

بِحَيْثُ إِنْ تَابَ لَمْ تُقْبَلْ تَوْبَتُهُ أَبَدًا

اس لحاظ سے کہ اگر وہ توبہ بھی کرے گا تو اس کی توبہ کبھی قبول نہیں ہو گی۔

وَحُكْمُهُ فِي الشَّرِيعَةِ عِنْدَ مُتَأَخِّرِ الْمُجْتَهِدِينَ إِجْمَاعًا الْقَتْلُ

شریعت میں متاخرین مجتہدین کے نزدیک اس گستاخ کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

وَلَایُدَاهِنُ سُلْطَانٌ اَوْ نَائِبُهٗ فِیْ حُکْمِ قَتْلِهٖ

اس کے قتل کے معاملے میں بادشاہ یا بادشاہ کا نائب کسی مصلحت کو نہ دیکھے۔

بادشاہ ہو یا اس کا نائب ہو، جس کے پاس وہ case پہنچا ہے تو شریعت کہتی ہے کہ وہ کبھی بھی اس گستاخ کو مہلت نہ دے۔ آج یہی حکومتیں گستاخوں کو راتوں رات کسی کو جرمنی پہنچا دیتی ہیں اور کسی کو کسی اور ملک میں پناہ دیتی ہیں، جب کہ شریعت مطہرہ نے جس شخص کو مسلمانوں کا حاکم کہا ہے، اس پر لازم کیا ہے کہ اگر ایسی گستاخی ہوگئی تو حاکم اور اس کے نائب پر لازم ہے کہ وہ کسی مصلحت کا شکار نہ ہو، فوراً اس شخص کو جس نے توہین کی ہے اور ثابت ہوگئی ہے، اس بندے کو قتل کر دیا جائے۔

وَاِنْ فَاتَ فِیْ قَتْلِهِ الْمَصَالِحُ الدُّنْیَوِیَّةُ

اگر چہ اس کے قتل سے دنیا کی بہت سی مصلحتیں ضائع ہو رہی ہوں۔

مثلاً قتل کریں گے تو حکومتیں خلاف ہو جائیں گی، قتل کریں گے تو قرضہ نہیں ملے گا اور ہر طرف سے boycott ہو جائے گا، تنگی ہو جائے گی تو شریعت مطہرہ نے یہ واضح کیا کہ اگر چہ اس گستاخِ کے قتل کی وجہ سے تمہاری خوراک بند ہو جائے، تمہارا پانی بند ہو جائے اور تمہاری زمین تنگ ہو جائے پھر بھی حاکمِ اسلامی پر لازم ہے کہ اس کو جیتا جی نہ رہنے دے، اگر چہ خود کو زندگی کسی طریقہ سے گزارنی پڑے، جتنی بھی دنیا کی مصلحتیں فوت ہوتی ہوں ہو جائیں مگر کبھی بھی گستاخ گستاخی کر کے

اس زمین پر زندہ رہنے کا حقدار نہیں ہے پھر فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ حَدٌّ وَجَبَ فَلَا یَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ

یہ ہمارا فتوی کیوں ہے؟ اس گستاخ کا جو قتل لازم ہوا تو بطور حد لازم ہوا اور حد ایسی چیز ہے، ثابت ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتی، جب تک کہ نافذ نہ کر دی جائے۔

کَحَدِّ الْقَذْفِ (حسب المفتین: ۳۳۷)

مثال کے طور پر حد قذف ہے۔

ایک شخص نے کسی پاکدامن مرد پر الزام لگا دیا تھا کہ اس نے بدکاری کی ہے اور اس الزام کو ثابت نہیں کر سکا تو الزام لگانے والے پر حد قذف لگائی جائے گی، جس کو اس نے کہا کہ اس نے برا کام کیا ہے، وہ کوئی نبی نہیں ہے، وہ کوئی رسول نہیں ہے، وہ کوئی غوث، قطب ابدال نہیں تھے، وہ کوئی صدیق اور اوتاد نہیں ہے، عام سا بندہ تھا، لیکن اس نے جرم نہیں کیا تھا، اس پر اس نے الزام لگایا تو اب شریعت نے اس بندے پر حد قذف کا حکم لگایا، یہ مجرم کروڑ بار توبہ کرے، ایک بار بھی توبہ قبول نہیں ہوگی، کوڑے اس کو ضرور مارے جائیں گے، یہ حد کا قانون ہے کہ حد اگر ثابت ہو جائے تو حد ساقط نہیں ہوتی، تو یہ لوگ جن کی گستاخیاں ہیں اور یہ گستاخ رسول ﷺ کا مسئلہ جو میں بیان کر رہا ہوں، اس کے قتل کا جو فتویٰ دیا، اس کا سبب یہ تھا، کہنے لگے، یہ حد ہے اور حدّاً اسکو قتل کیا جائے گا۔

شریعت کی حد ثابت ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتی، توبہ کا اس میں دخل ہی کوئی نہیں ہے، سوچنے کی بات ہے کہ ایک عام بندے کی عزت اتنی ہو، جس نے

نبی ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے، وہ سب سے نچلے درجہ والا ہے، مومن ہے اور پاکباز ہے، اس کے بارے میں اگر کسی نے گستاخی کر دی تو اس کی توبہ قبول نہیں ہے، لیکن وہ جو شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں، نبیوں کی نبی ہیں اور رسولوں کے قائد ہیں، اس کے بارے میں جو کوئی بھونکتا پھرے، کہہ دیا جائے،، توبہ قبول ہوگئی۔

نہیں نہیں، اس کی توبہ کیسے قبول ہو جائے گی، یہ حد کی بنیاد پر جب قذف کی سزا توبہ کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتی، تو توہین رسالت کی سزا توبہ کی وجہ سے ساقط کیسے ہو جائے گی۔ لہٰذا کسی عرب لیگ کو یہ کب حق پہنچتا ہے یا او آئی سی (O.I.C) کو یا کسی دنیا کے بادشاہ یا کسی حرم کے امام کو یا سعودی حکمران کو کہ وہ کسی کو معاف کر دے کہ ہم فلاں صحافی کو معاف کر دیتے ہیں، وہاں کے وزیر اعظم نے معذرت کر لی ہے ، ان کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، یہ کسی کے چھوڑنے کا مسئلہ نہیں ہے، یہ رب ذوالجلال کا جو دیا ہوا قانون ہے، اس کے مطابق یہ ہے کہ اگر گستاخ زندہ ہے، تو پوری ملت شرمندہ ہے، اگر گستاخ کا سر اتارا جائے گا تو پوری ملت کا قرض اتر جائے گا، اس واسطے ناموس رسالت کے لحاظ سے یہ مسئلہ ہے۔

یہاں معافی وغیرہ کا جو چکر ہے، یہ ایک پراپیگنڈہ ہے۔ حقوق العباد تو خدا بھی معاف نہیں کرتا، بندہ کون معاف کرے گا۔ یہ ہمارے نبی ﷺ کا حق ہے، اگر کسی میں صلاحیت ہے، تو گنبدِ خضراء سے معافی کا پروانہ لے لے اور اگر نہیں لے سکتا تو پھر اس کو غلاموں کی تلوار کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس فتوی کا جو میں نے بیان کیا، اس کا میری اپنی سوچ کے مطابق ماخذ کیا

ہے؟ قرآن وسنت کی بہت سی آیات اس کا ماخذ ہیں۔ بالخصوص بخاری شریف کی جو حدیث شریف ہے، وہ اس کا ماخذ ہے، وہ کیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ سواری پہ بیٹھے ہیں، گدھے پہ تشریف فرما ہیں، مدینہ شریف کی گلی ہے، عبداللہ بن ابی ابن سلول کا محلہ ہے، وہاں سے جس وقت وہ سواری گزری ہے، ایک روایت میں ہے کہ وہ شور زدہ زمین تھی، کوئی غبار اٹھا ہوگا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ناک چڑھائی اور اللہ کی قسم اٹھا کے سرکار مدینہ ﷺ کے گدھے کی توہین کی کہنے لگا:

وَاللّٰهِ لَقَدْ آذَانِيْ نَتْنُ حِمَارِكَ

خدا کی قسم! تمہارے گدھے کی بدبو نے مجھے تکلیف دی ہے۔

جب اس نے یہ لفظ بولے، اب یہاں مسئلہ غور کرنے والا ہے کہ میں نے جو پہلے آپ کو قسمیں بیان کی ہیں، یہ اس سے بھی آگے کا معاملہ ہے۔

جب اس نے یہ کہا کہ آپ ﷺ کے گدھے کی بدبو نے مجھے تکلیف دی ہے تو یہ توہین، نبی ﷺ کی ذات کی نہیں تھی، یہ سرکار ﷺ کی شریعت کی توہین نہیں تھی، یہ نبی ﷺ کی صفات کی بھی توہین نہیں تھی کہ ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی پتہ نہیں، یہ بھی نہیں جانتے، وہ بھی نہیں جانتے۔ یہ محبوب ﷺ کی سواری کی توہین تھی، اس میں نہ تو سرکار ﷺ کی ذات کی توہین ہے، نہ آپ ﷺ کی تعلیمات کی توہین ہے، نہ آپ ﷺ کی سنت کی توہین ہے اور نہ آپ ﷺ کی صفات کی توہین ہے اس میں گدھے کی توہین ہے جو ہے تو گدھا مگر سرورِ کونین ﷺ کا گدھا ہے۔

اس کے بارے میں اگر آج کا مزاج ہوتا بعض لوگوں کا ہے

لوگ کہتے ہیں، کوئی نہیں، انسانی حقوق بڑے ہوتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کردے تو چھوٹی موٹی بات ہو ہی جاتی ہے۔ یہ فلاں لوگ ہیں غصے میں آجاتے ہیں اور فتوی بازی شروع کردیتے ہیں۔ میں کسی **Narrow Minded** مفتی کی بات نہیں کر رہا، میں اس مفتی کی بات کرتا ہوں کہ جس نے سرکار ﷺ سے پوچھے بغیر فتوی دیا تھا اور عرشیوں کے مہمان نے فتوی منظور فرمالیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کے صحابی ہیں، ادھر عبداللہ بن ابی ابن سلول منافق ہے اور ادھر سرکار کے خادم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ موتہ کے میدان میں شہید ہوئے تھے اور قادر الکلام شاعر تھے اور جرنیل صحابی تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن لیا کہ کس بدبخت نے میرے نبی ﷺ کے گدھے کو بدبو والا کہا ہے، اگر یہ ہوتا کہ خود تو مانو، لیکن جو کوئی کہتا ہے، کہنے دو، اس کو کچھ نہ کہو، یہ بھی ہمارے ہاں نظریہ **promote** کیا جاتا ہے کہ تم اپنا نظریہ پیش کرو، جو کوئی بندہ جو کچھ کہتا ہے، اس کو کہنے دو۔

یہ اسلام کی پالیسی نہیں ہے کہ جو کہتا ہے، اس کو کہنے دو اور تم صرف اپنی بات کرو۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ موقف سچا ہوتا تو وہاں پر کھڑے ہو کے نعت خوانی شروع کردیتے۔

سب سے اولی و اعلی ہمارا نبی
سب سے بالا و اعلی ہمارا نبی

ہم اپنی بات کرتے ہیں اور اس کو کچھ نہیں کہتے، لیکن حضرت عبداللہ بن

رواحہ رضی اللہ عنہ نے واضح کیا کہ نعت پڑھنے کے مقام اور ہوتے ہیں اور نعت پڑھانے کے مقام اور ہوتے ہیں، فرمایا، یہ مقام ناموس رسالت پہ پہرہ دینے کا ہے، جب تک میں اس گستاخ کی خبر نہیں لوں گا، اس وقت تک نعت پڑھنی مجھے نہیں آئے گی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کیا جملہ بولا:

وَاللّٰہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْكَ (بخاری شریف:۱/۳۷۰)

خدا کی قسم! اے بے وقوف! میرے پیغمبر ﷺ کا گدھا تجھ سے خوشبو والا ہے۔

قسم کی دو صورتحال تھیں، ایک تو یہ کہ نبی ﷺ کی تعریف کرتے، یقیناً اس میں بھی ثواب ملتا کہ تم والشمس، والضحیٰ ہو، طٰہٰ ویٰسین ہو، تم سراجِ منیر ہو، بشیر ونذیر ہو، رحمۃ اللعالمین ہو، سید المرسلین ہو، یہ ساری صفتیں تھیں۔

دوسرا انداز کیا تھا کہ آپ تو ہیں جو کچھ ہیں اور یقیناً ہیں، لیکن جس نے گدھے کی گستاخی کی ہے، آخر وہ بھی تو کچھ ہے، اس کو بھی واضح کرنا چاہئے، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کی صدارت میں پوچھے بغیر فتوی دے دیا کہ اگرچہ تو شکل انسانی میں ہے، لیکن گدھے کے پیشاب سے بھی برا ہے، جو گدھا میرے نبی ﷺ کا گدھا ہے، یہ الفاظ جلالین کے ہیں کہ:

وَاللّٰہِ لَبَوْلُ حِمَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْكَ

خدا کی قسم! میرے پیغمبر ﷺ کے گدھے کا پیشاب بھی تجھ سے خوشبو والا ہے۔

اب یہ پالیسی واضح ہوئی کہ مومن کے ایمان کو بچانے کے لئے کچھ ذرائع ہیں ورنہ ایمان نہیں رہ سکے گا، ایمان ختم ہو جائے گا۔ جب ایسی بے ہودگی ہو تو ان

لوگوں کو ان کے حوالے سے جواب دینا پڑے گا کہ وہ کیا ہیں، ان کی حیثیت کیا ہے، کیا پدّی کیا پدّی کا شوربا۔

کیا ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول سرکار ﷺ کے گدھے کے بارے میں بولے لہٰذا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے واضح جواب دیا:

وَاللّٰہِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْکَ

خدا کی قسم! میرے رسول ﷺ کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبو والا ہے۔

اب یہاں پر ایک عام سا دماغ تو یہ کہہ سکتا تھا کہ نبی ﷺ کی بات ہی نہیں ہوئی، نہ آپ کی سنت پر تنقید ہوتی ہے، نہ علم پر تنقید ہوئی ہے، یہاں پر لڑنے کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں، یہ گدھا ہے، گدھے کی کیا عظمت ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لڑے اور بتایا کہ یہاں گدھا بھی عظمت والا بن گیا ہے کیونکہ یہ سرکار ﷺ کی سواری بن گیا ہے۔ یہ سبب تھا لوگو! کہ جس پھٹی پر قرآن رکھتے ہو، اس پہ پھر تم قدم نہیں رکھتے کہ یہ قرآن کی جگہ ہے۔ جس لکڑی پہ قرآن آجائے تو لکڑی کی شان بڑھ جائے، تو جس پیٹھ پہ صاحبِ قرآن آجائے، اس کی شان کیوں نہیں بڑھے گی۔

لہٰذا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کے لئے یہ سبق دیا کہ یہ معاملہ بڑا ہی حساس ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی توہین کی نیت سے یہ کہہ دے گا کہ ہمارے نبی ﷺ کی کپڑے میلے ہیں، اس کا بھی ایمان نہیں رہ سکے گا۔

اس واسطے جو رب ذوالجلال نے مرتبہ و مقام دیا ہے اسکے پیش نظر کوئی ایسا

لفظ مومن سواری کے بارے میں بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ آج اگر وہ تسلسل کے ساتھ عقیدہ برقرار رہتا تو کسی کو یہ خاکے بنانے کی جسارت نہ ہوتی کہ جو گدھے کے گستاخ کو یوں مارتے ہیں، وہ سرکار ﷺ کی ذات کے گستاخ کو کیسے چھوڑیں گے۔

یہ صورتحال اس لئے بگڑی ہے کہ درمیان میں ایک پارٹی آ گئی، کہ جنہوں نے گدھا تو گدھا رہا سرکار ﷺ کی ذات کے بارے میں بولنا شروع کر دیا کہ ان کے بھی دو ہاتھ ہیں، ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں وہ ہم جیسے ہیں، ہم ان جیسے ہیں، اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ غیروں کو یہ خاکے بنانے کی ہمت ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی فکر کو بخاری سے پیش کرتے ہوئے بین الاقوامی فورم پر اس بات کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم وہ نہیں ہیں، جو پیغمبر کو ڈاکیا کہیں یا بڑا بھائی کہیں یا ان کو گاؤں کا چودھری کہیں، کہاں کا ڈاکیا اور کہاں کی ڈاک، یہ ڈاک کا معاملہ نہیں، عظمتِ شاہِ لولاک ﷺ کا معاملہ ہے۔

اب دیکھنا چاہئے کہ یہاں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے گدھے کی گستاخی نہیں ہونے دی اور صرف یہ نہیں کہ زبان سے کہا بلکہ جوتوں اور مکوں سے لڑائی کی، اگرچہ یہ ساتھی تھوڑے تھے، محلہ اس کا تھا، کچھ کھانی بھی پڑی، مگر پھر بھی یہ ثابت کیا کہ اگر میں سوچوں گا کہ ساتھی اکٹھے کروں تو پھر آؤں تو اس وقت تک ایمان کیسے بچا کے لے جاؤں گا۔

بالخصوص یہ بات قابل غور ہے۔ نبی ﷺ تشریف فرما ہوں تو کس کی مجال ہے کہ وہ فتوی دے، سید عالم ﷺ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ

السلام آجائیں تو انہیں مجھ سے پوچھ کے چلنا پڑے گا جو میں کہوں گا، وہ انہیں کرنا پڑے گا، میری اتباع کے بغیر وہ نہیں چل سکیں گے۔

تو یہ کیسے ہوا کہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا تو صحابی کو پوچھنا چاہئے تھا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ یہ مسئلہ بیان فرمائیں کہ اگر کوئی شخص آپ کے گدھے کو بدبو والا کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ ایک نیا مسئلہ تھا، پہلے اس کی کوئی مثال نہیں تھی، پہلے ایسی توہین نہیں ہوئی تھی، اس مسئلے کا حکم پہلے صحابہ کرام نے نہیں سنا تھا، ان کو معلوم نہیں تھا اور مسئلہ پیدا ہو گیا تو صحابی کو پوچھنا چاہئے تھا، یارسول اللہ ﷺ آپ کے گدھے کو کوئی بدبو والا کہے تو اس پر خاموشی کرنی چاہئے یا اس پہ بولنا چاہئے، اگر بولنا چاہئے تو کیا بولنا چاہئے، پھر صرف بولنا ہی چاہئے یا ہاتھ بھی کھولنا چاہئے، ہمیں کیا کرنا چاہئے، یہ ساری باتیں پوچھنے والی تھیں مگر انہوں نے نہیں پوچھیں۔

حالانکہ سانس بھی سرکار ﷺ کی اجازت سے لیتے تھے تو کیا بتایا کہ ایسے معاملے میں سرکار دوعالم ﷺ کے پوچھنے تک کا انتظار کریں گے تو ایمان کیسے بچائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کے ہوتے ہوئے اپنا فتوی نافذ کر دیا، بولنا شروع کر دیا، جملہ بھی گھڑ لیا کہ یہ بولوں گا، پھر مارنا بھی شروع کر دیا، مارا اور جنگ کی، رسول اکرم ﷺ نے بیٹھ کے سارا نظارہ دیکھا، اس کو رد نہیں کیا کہ فتوی درست نہیں، یہ تمہارا کام درست نہیں، سرکار ﷺ خوش ہوئے کہ یہ میری امت ہے جو میرے گدھے کے ناموس کی حفاظت کرتی ہے وہ میری ناموس کی کتنی نگہبان ہوگی۔

محتشم سامعین حضرات:

بات بڑی قابل غور ہے۔ یہاں پر ہم اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی ملک کی حکومت اور کہیں کی عدالتیں گستاخوں کو پناہ دیتی ہیں تو ہم نہ کسی عدالت کو مانتے ہیں نہ کسی کے حکم کو مانتے ہیں، ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو ماننے والے ہیں۔ جب نبی ﷺ بیٹھے ہوں تو اس وقت فتوے کی ضرورت نہیں ہے تو آج کے کسی مفتی کے فتوے کی کیا ضرورت ہے، کوئی بندہ پہلے یہ کہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ فلاں نے یہ گستاخی کی ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟ نہیں نہیں، ان مفتیوں کے فتوی کی ضرورت نہیں ہے، حکم کا تجھے پتہ ہے، اس حکم کو نافذ کردو، اللہ تمہارے اجر کو پورا کردے گا۔

اس واسطے ناموس رسالت کا یہ ایکٹ اور اس کی حیثیات سارے قوانین سے جدا ہیں، بلکہ اس لحاظ سے بھی شریعت کے اندر یہ قانون ہے کہ جو قاضی ہو وہ گواہ نہیں ہوسکتا، ایک شخص نے آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بندہ چوری کررہا تھا اس نے خود دیکھا، اسی کا کیس اس جج کے پاس آگیا، وہ اس کو پہچانتا ہے کہ وہ میرے سامنے چوری کررہا تھا، اب جب مدعی نے اس کو چور کہا تو جج پر ضروری ہے کہ کہے گواہ پیش کرو، اپنے دیکھنے پر فیصلہ نہیں کرسکتا، اگر اپنی گواہی دیتا ہے تو پھر جج کوئی اور بنے، یہ گواہ بنے، جو جج ہو وہ گواہ نہیں، جو گواہ ہو، وہ جج نہیں، قربان جائیں ناموس رسالت کے تحفظ پر یہاں ہر بندہ جج بھی ہے گواہ بھی ہے، مفتی بھی ہے، قاضی بھی ہے، جس کو پتہ چل گیا ہے وہ اپنا حق پورا کرے، رب ذوالجلال اس کے اجر کو پورا فرمادے گا۔

اب اس مقام پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فتویٰ جاری کر دیا، محبوب ﷺ نے سن لیا، اس کو نافذ رکھا تو قیامت تک یہ ثابت ہوا کہ ہمارے محبوب ﷺ کی عظمت اور آپ ﷺ کا مقام یہ ہے کہ اگر گدھے پر تشریف فرما ہو جائیں تو یہ کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کو بدبو والا کہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں صحابہ کرام پر کوئی Hit کرے، انہیں خلفاء کو اور ان کے سسرال پر کوئی تنقید کرے، ان کے دامادوں پر تنقید کرے، نہیں نہیں، یہ سارا معاملہ دین کو Cover کر رہا ہے، ان ساری احتیاط کے حدود پر جو مسلک قائم ہے، اس کو اہلسنت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

انسان کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

ہم نے سب سے خوبصورت شکل انسان کو دی ہے

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے گدھے کے مقابلے میں انسانی مقام کا بھی کوئی اعتبار نہیں کیا، وہ گویا واضح کرنا چاہتے تھے ٹھیک ہے یہ گدھا ہے انسان نہیں ہے۔ گدھا ہے کلمہ گو نہیں ہے یہ گدھا ہے روزہ دار نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کا وفادار تو ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت کیا:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اگر نبی اکرم ﷺ کی فرمانبرداری گدھا کرتا ہے تو ہمیں وہ گدھا اچھا ہے اور اگر انسان سرکش ہے تو ہمیں اس سے گدھا پیارا لگتا ہے اور خوشبو والا لگتا ہے، اس واسطے کہ سارے کا سارا مدار نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اچھے تعلق پر ہے۔

اب یہاں پر معافی اور سنت کے لحاظ سے ایک بڑا مغالطہ دیا جاتا ہے

کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ تو دشمنوں کے لئے چادر بچھاتے تھے اور دشمنوں کو معاف فرمادیتے تھے اور تم اتنے غصے سے تقریریں کرتے ہو، امت کا مزاج تم پختہ کر رہے اور امت کو تم فتنوں کی طرف لا رہے ہو، یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے آقا ﷺ تو دشمنوں کے لئے بھی چادر بچھادیتے تھے، معافی آپ کی شان تھی اور اگر کوئی گستاخی کرتا ہے تو ہمیں بھی معاف کردینا چاہئے۔ اس کے بارے میں اتنی سختی کیوں ہے۔

انہیں سوچنا چاہئے کہ سنت کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اگر اپنے دشمن کو معاف کیا ہے تو اس میں سنت یہ بنی کہ ہم بھی اپنے دشمن کو معاف کردیں، سرکار ﷺ اپنے دشمن کو چاہے تو معاف کریں، چاہے تو معاف نہ کریں۔ اگر سرکار ﷺ نے کسی دشمن کو معاف کیا ہے تو امت کو کیا سبق ملا کہ امتی بھی اپنے دشمن کو معاف کر دے، لیکن یہ تو سبق نہیں ملا کہ امتی اپنے آقا کے دشمن کو معاف کردے۔

یہاں الٹی گنگا بہتی ہے، بڑے بڑے نام نہاد مفکر ٹی وی کی سکرین پر امت کے ایمان کو لوٹنے کے لئے لفظوں کی بنڈیاں سجا کے بیٹھے ہوئے ہیں کہ سرکار ﷺ نے رحمت کا سبق دیا، وہ رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں، ہاں وہ ضرور رحمت ہیں، مگر آپ ﷺ نے رحمت کیا سکھائی، آپ کا دشمن تھا اسے آپ ﷺ نے معاف کر دیا، فرمایا، میرے امتیو: تمہارا دشمن آجائے تو اس کو معاف کر دیا کرو، سرکار ﷺ نے یہ حق نہیں دیا کہ تم میرے دشمن کو معاف کر دو۔

سرکار ﷺ نے جب حق نہیں دیا تو وہ کتنا بڑا اموذی ہے جو سرکار ﷺ سے حق چھیننا چاہتا ہے، حق سرکار ﷺ کا ہے، چاہیں تو معاف کریں، چاہیں تو نہ کریں، بندے کا حق نہیں، امتی کا حق نہیں، ہاں امتی کا یہ حق ہے کہ اس کو جو تھپڑ مارے، یہ اس کو دعا دے، پتہ چلے کہ اس نے کوئی سنت سے سبق سیکھا ہے، اس کے اپنے دشمن آجائیں تو ان کے لئے چادریں بچھادے، پتہ چلے، یہ سنت کو سمجھنے والا ہے۔

لیکن یہاں بالکل معاملہ برعکس ہے۔ اپنے دشمنوں کے سر اتارتے ہیں اور سرکار ﷺ کے دشمنوں کے سامنے چادریں بچھاتے ہیں، یہ بہت بڑی فکری غلطی ہے اور بہت بڑا سجدہ سہو نکالنے کا مقام ہے۔ لہٰذا میرے محبوب ﷺ کا دشمنوں کو معاف کرنا، اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہم سرکار ﷺ کے دشمنوں کو معاف کریں۔

اس سے ہمارے لئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم سرکار ﷺ کے دشمنوں کے لئے وہ کچھ کریں، جو صحابہ نے کر کے دکھایا ہے اور اپنے دشمنوں کو یوں معاف کریں جیسے سرکار ﷺ نے معاف کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی سرکار ﷺ کا حق ہے،

چاہیں تو معاف کریں، چاہیں تو نہ کریں۔ معاف کیا بھی ہے اور سزا بھی دلوائی ہے، یہ ایک ہی پہلو نہیں ہے، بلکہ سزا دلوانے میں بھی رحمۃ اللعالمینی کا حصہ ہے، آپ ﷺ نے گستاخ کو سزا دلوائی ہے، فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے پردوں سے نکال کے ابن خطل کا سر قلم کیا ہے، سزا اس کو دلوائی ہے، فرمایا، اس کو نہیں چھوڑیں گے، اس نے مجھے ستایا ہے، میری گستاخیاں کرتا رہا ہے، وہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

والا نعرہ لگا ہوا تھا، مگر پھر بھی اس موذی کو معاف نہیں کیا تھا بلکہ یہاں تک کہ مصنف عبدالرزاق میں یہ بات موجود ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے باقاعدہ اس پر ترغیب دی۔

عَنْ عِكْرَمَةَ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَبَّهٗ رَجُلٌ فَقَالَ مَنْ يَكْفِيْنِيْ عَدُوِّيْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ اَنَا فَبَارَزَهٗ فَقَتَلَهٗ

(مصنف عبدالرزاق: ۴/ ۹۸)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ ایک بندے نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دے دی

فَقَالَ مَنْ يَكْفِيْنِيْ عَدُوِّيْ

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، میرے غلامو! اس کا کون سر اتارے گا، باقاعدہ اعلان کیا، مطلب یہ ہے کہ یہ بولی کی بیع ہے، بیچنی جنت ہے اور بولی دے کر بیچنی ہے، کون ہے جو اس کا سر اتارے اور جنت لے جائے۔ جس وقت

آپ ﷺ نے یہ اعلان کیا۔

فَقَالَ الزُّبَیْرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَا فَبَارَزَہٗ فَقَتَلَہٗ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر کھڑے ہوئے اور کہ عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اس کو قتل کروں گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کا سر اتار دیا۔

گویا کہ اے محبوب ﷺ! جو تجھے گالی دے، اس سے بدلہ زبیر لے گا، اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ

اِنَّ اِمْرَاَۃً کَانَتْ سَبَّ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَن یَّکْفِیْنِیْ عَدُوِّیْ فَخَرَجَ اِلَیْھَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ فَقَتَلَہٗ

(مصنف عبدالرزاق: ۹۸/۴)

ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی تو آپ ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو میرے دشمن کو قتل کرے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ میں اس کا سر اتاروں گا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس گستاخ عورت کا سر اتار دیا۔

یہ احادیث سے میں نے شواہد بیان کئے کہ محبوب ﷺ نے بدلہ لیا بھی ہے اور یہ آپ ﷺ کی صفت رحمت پر کوئی تنقید نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اصل میں اس کائنات کا بچاؤ یہ سب سے بڑی رحمت ہے اور کچھ گستاخ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے زمین پر زلزلوں کے خطرے ہوتے ہیں، وہ اگر باقی رہیں گے تو کائنات درہم برہم ہوسکتی ہے، ان کے زندہ ہونے کیوجہ سے زمینیں بانجھ ہوسکتی ہیں، آسمان

سے بارش کا نزول رک سکتا ہے، اب وہاں پر رحمت یہی ہے کہ اس کمینے کو ہٹاؤ تا کہ دنیا تو سانس لے سکے۔ لہٰذا یہ بھی سید عالم ﷺ کی رحمت کا معاملہ ہے کہ جہاں یہ سمجھا کہ ان کا صفایا ضرور ہونا چاہئے ورنہ زمین پھٹ جائے گی، اللہ برداشت نہیں کرے گا، اس واسطے محبوب ﷺ نے ان کو سزائیں دلوائی ہیں اور وہ بھی رحمت پھیلانے کے لئے دلوائی ہیں۔

یہاں پر سید عالم ﷺ کا تحفظ ناموس رسالت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو انداز تھا، اس کی ایک دو مثالیں عرض کرتا ہوا اپنی بات کو سمیٹتا ہوں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو دُبّہ اور امان کے علاقے کا گورنر بنایا گیا اور ان کو وہاں بھیجا گیا۔

فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

جس وقت نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا

مَنَعُوْا الصَّدَقَةَ

تو وہاں کے لوگوں نے صدقہ دینے سے انکار کر دیا

فَدَعَاهُمْ حُذَيْفَةُ اِلَى التَّوْبَةِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ یہ اسلام کا فرض ہے یہ تمہیں دینا پڑے گا، وہ بڑے خطرناک نکلے

قَالُوْا فَاَسْمَعُوْهُ شَتَمَ النَّبِيِّ ﷺ

انہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور رسول اکرم ﷺ کو گالیاں دینا

جن بکا پوری

شروع کردیں۔

جس وقت وہ یوں بھونکے تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے لفظ سنو:

فَقَالَ لَهُمْ حُذَيْفَةُ اَسْبِعُوْنِیْ فِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ظالمو! مجھے، میرے باپ کی گالی دے دو، میری ماں کی گالی دے دو

وَلَا تَسْبِعُوْنِیْ فِیْ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں برداشت نہیں کرسکتا۔

مجھے میرے باپ کی گالی دو، مجھے میری ماں کی گالی دو، وہ تو برداشت کرسکتا ہوں، مگر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں برداشت نہیں کرسکوں گا، جب وہ باز نہیں آئے تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا تو فوراً اسلامی شہروں کا لشکر پہنچا اور ان لوگوں کے سر اتار کر یہ واضح کیا ہے کہ اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روضہ پاک میں تشریف لے گئے ہیں، مگر ان کی محبت پر پہرہ دینے والے عشاق باقی ہیں۔ لہٰذا کسی کو گالی دینے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور جو ایسا کرے گا، اس سے زمین کو پاک اور صاف کردیا جائے گا۔ یہی معاملہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں جو داستان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشق کی ہے، اس سے ثابت ہے کہ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ جس وقت میدان بدر میں زخمی ہوئے اور آپ کی اولین شہادت تھی، حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں صحابہ اٹھا کے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے، اب تصور کرو، وہیں، آسمان

بدر اور محبوب ﷺ کا خیمہ اور یہ زخمی صحابی، ادھر روح نکل رہی ہے اور تڑپ رہے ہیں، جب ان کو محبوب ﷺ کے سامنے رکھا گیا تو میرے محبوب ﷺ نے اپنا قدم تھوڑا سا آگے کیا، پتہ نہیں کہ آگے کرنے کی حکمت کیا ہوگی، مگر عاشق کی معراج ہوگئی۔

فَوَضَعَ خَدَّهُ عَلٰی قَدَمِهٖ الشَّرِیْفَةِ

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا رخسار قدم مبارک پر رکھ لیا۔

نبی اکرم ﷺ کا قدم مبارک ہے اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا بہتا خون ہے اور تڑپتا لاشہ ہے، جان نکل رہی ہے، اپنا رخسار سرکار ﷺ کے قدموں پہ رکھا اور نعرہ لگایا:

قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَوْ رَاٰنِیْ اَبُوْ طَالِبٍ لَعَلِمَ اَنِّیْ اَحَقُّ بِقَوْلِهٖ

یارسول اللہ ﷺ! کاش کہ ابو طالب آج زندہ ہوتے تو جو بات انہوں نے اپنے بارے میں کی تھی تو انہیں پتہ چلتا کہ وہ اس نعرے کے مستحق نہیں، میں اس نعرے کا مستحق ہوں۔

جناب **ابو طالب** نے نبی اکرم ﷺ کا ایک قصیدہ لکھا تھا، وہ بڑا شاندار قصیدہ ہے، اس میں سرکار ﷺ کی بڑی تعریفیں کی ہیں، اس قصیدہ میں یہ کہہ دیا تھا:

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ دُوْنَهٗ

وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِلِ

یہ وہ نبی ہیں کہ جن کے گرد پہرے دیں گے، جن کو سلامت رکھیں گے اور ہم جن کا پوری طرح دفاع کریں گے،

کس انداز میں؟

حَتّٰی نُصرَّعَ دُونَہٗ

ان کے آگے ہمیں پچھاڑ دیا جائے گا، ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا، مگر انہیں ہم آنچ نہیں آنے دیں گے۔

کس انداز میں حفاظت کریں گے:

وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِلِ

ہم اپنی بیویوں کو بھی بھول جائیں گے اور اپنے بیٹوں کو بھی بھول جائیں گے۔

مگر اس محبوب ﷺ کی عزت پہ پہرے دیں گے۔ یہ ان کا جملہ تھا، جو انہوں نے کہا تھا۔ اب وقت شہادت ہے، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، سرکار ﷺ کے قدم پہ رکھا ہوا ہے، فرمایا، اگر آج ابو طالب دیکھتے تو جو شعر انہوں نے لکھا تھا، اس کو پورا میں نے کر کے دکھایا ہے، یہاں ہم اپنی بیویوں کو بھولے ہیں، اپنے بچوں کو بھولے ہیں، اے محبوب ﷺ! ہم آپ کی محبت میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔

یہی انداز حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جس وقت میدان احد کے اندر وہ زخمی پڑے تھے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ جاؤ سعد رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو اگر وہ تمہیں زندہ ملیں تو انہیں میرا سلام کہنا۔ ان کے بھیجنے میں حکمت تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں زخمیوں کے پاس سے گزرتا گزرتا آگے پہنچا تو مجھے سعد رضی اللہ عنہ نظر آئے مگر روح نکل رہی تھی، سانس اکھڑ

چکی تھی، یعنی بالکل دم گھٹنے کو تھا، میں پہنچ گیا۔

اِذَا بِہٖ سَبْعُوْنَ ضَرْبَۃً

بدن پر ستر زخم لگے ہوئے تھے۔

تلواروں کے، تیروں کے، نیزوں کے، پھالوں کے، اس انداز میں آخری سانس لے رہے تھے، میں پہنچ گیا اور میں نے جا کر کہا: اے سعد رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تجھے سلام کہتے ہیں۔ اب دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محبت اور عشق میں جو حق ادا کیا ہے، سب کچھ چھوڑ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نکلے ہیں اگر اس میں کچھ بھی محبت کچی ہوتی تو موت سے رنگ اتر جاتا، موت کے منہ میں بیٹھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، اس انداز میں کہ چہرہ کھل اٹھا اور مسکرا پڑے۔

چاروں طرف سے کانٹوں میں گھرا ہوا ہے پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے، عجب خوش مزاج ہے

فرشتے بھی حیران ہیں کہ اتنے زخم لگے ہوئے ہوں، تو بندہ مسکرا کیسے سکتا ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سلام جس وقت سنا، تو کہنے لگے:

میرا بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرنا۔

اب یہاں پر احساس پوچھتا ہے کہ سلام دینے کا وقت کیا ہے، روح نکل رہی ہے، اس قیمتی وقت میں کس کو یاد کر رہے ہو، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخموں سے بہتا خون بھی آواز دے رہا تھا۔

وہ جن کی دیپ جذبوں کو سرد ہونے نہیں دیتی
وہ جن کی یاد سے ساری بلائیں بھاگ جاتی ہیں

وہ جن کے ذکر سے سوئی امیدیں جاگ جاتی ہیں
وہ جن کے عشق میں باغ جناں میں بلبلیں بولیں
وہ جن کے عشق میں شجر یقین سے کونپلیں نکلیں

اگر سولی ملے ان کی محبت میں گوارہ ہے
جو ہر تلخی مٹائے ان کے چہرے کا نظارا ہے

سلام دیتے ہوئے کہا:

جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِّي خَيْرُ مَا جَزَى نَبِيًّا عَنْ أُمَّتِهِ

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کے خطاب کے صیغہ سے کہا کہ

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دعا مانگ رہا ہوں کہ اللہ میری شہادت کا ثواب بھی آپ ہی کو عطا فرمادے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جس وقت دنیا سے جا رہے تھے تو اس وقت انہوں نے ایک چٹھی لکھی تھی اور آج ڈنمارک کے خاکوں کے بعد وہ چٹھی ہمیں پڑھنی چاہیے اور سنانی چاہیے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

إِنَّهُ لَا عُذْرَ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَبْلِغْ قَوْمَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُمْ إِنَّ سَعْدًا يَقُولُ لَكُمْ إِنْ خُلِصَ إِلَى نَبِيِّكُمْ وَمِنْكُمْ عَيْنٌ تَطْرِفُ

(الاصابۃ:۳/۷۷،سیر اعلام النبلاء: ۳/۱۹۸)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح نکل رہی تھی اور یہ فتوی سنا رہے تھے۔

اے قیامت تک کے عشاق! اگر تم میں سے ایک شخص کے زندہ رہتے ہوئے بھی ہمارے نبی ﷺ کی توہین ہوگئی، اللہ اس ایک کو بھی معاف نہیں فرمائے گا۔

مِنکُمْ عَینٌ تَطرِفُ

ایک باقی ہو۔

اس کے علاوہ دیگر شہید ہو چکے اور وہ ایک قیامت کے دن عذر پیش کرے کہ یا اللہ! ساری دنیا تو اجڑ چکی تھی، میرا کوئی ساتھی نہیں تھا، میں اکیلا تھا، میں باطل سے ٹکراتا تو کیسے، میری تو کوئی power نہیں تھی، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میرا یقین ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں وہ بہانہ قبول نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نہیں ٹکرایا، ایک زندہ رہا، تجھے مر جانا چاہئے تھا، تجھے شہید ہو جانا چاہئے تھا۔ اب سوچو! اگر ایک شخص بھی ہو تو وہ مجرم قرار پائے گا اور آج ہم جو کروڑوں ہیں، ہمارے زندہ ہوتے ہوئے یہ گستاخیاں کی جاتی رہیں اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے تو قیامت کے دن کیا ہمارا جواب ہوگا؟ پوری دنیا میں سرکار ﷺ کے دیوانے عشاق کروڑوں کی تعداد میں موجود ہوں اور گستاخ مسلسل گستاخیاں کرتے جائیں، ان کا ہاتھ نہ روکا جائے اور ان کے سر نہ اتارے جائیں تو کل قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کے سامنے کس منہ سے پیش ہوسکیں گے۔

میرے محبوب ﷺ کے صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جاتے ہوئے پیغام دیا

ہے جو اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ جیسے بھی حالات ہوں، جتنے بھی تلخ ماحول میں سے بندہ گزر رہا ہو، اس کا ایمان تب برقرار رہ سکے گا، جب وہ ناموس نبی ﷺ کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا اور اپنا قرض پورا اتار کے رہے گا۔

اس واسطے، میں تو یہ سمجھتا ہوں اور اس پیغام کو شرق و غرب کے اندر ہم نے پوری اساسی حیثیت کے ساتھ اجاگر کیا ہے اور اس پر ابھی ہمارے ذمے اتنا ہی قرض باقی ہے، جتنا ملت کے دوسرے سپوتوں کے ذمہ قرض باقی ہے، لیکن مل جل کر اس قرض کو اتارنے کے لئے ہمیں کوششیں کرنی چاہئے۔

اگر ایسے گستاخ خاکے بنائیں اور اس کے بعد وہ اپنی طبعی موت مرے تو کل قیامت کے دن ہمارا جواب بڑا مشکل ہوگا، ہم کیا بتا سکیں گے کہ اتنی زندگی پا گئے اور وہ بستر پر طبعی موت مرے، اگر ملت کا کوئی ایک بندہ بھی اٹھ کے ان کے سر اتارے گا تو پوری ملت کا قرض اتر جائے گا۔ اس واسطے آج بھی حرارت ایمان ملت کے جگر میں موجود ہے اور یہ میرا ہی نہیں، ہر مرد باوفا اور ہر مرد حر کا اور ہر مومن کے دل کا یہ نغمہ ہے۔

نبی کے نام پر مٹنا شہادت ہی شہادت ہے
فضاءِ جیل میں رہنا عبادت ہی عبادت ہے
ہم اس عشق کے قائل نہیں جو دید سے بھڑکے
ہمیں تو نام نامی بھی حرارت ہی حرارت ہے
بدن کی بوٹی بوٹی ہو، زبان کڑوی نہیں ہوتی
نبی کے نام میں ایسی حلاوت ہی حلاوت ہے

لگا کے جان کی بازی بتایا ہے یہ عامر نے
جو ان کی راہ میں پگھلے سلامت ہی سلامت ہے
گواہی دے رہی ہیں آج بھی دیواریں برلن کی
نہیں ہے خودکشی یہ تو شہادت ہی شہادت ہے
خلد میں مسکراتے ہوں گے عامر سرخرو ہوکر
مگر ہٹلر کے بیٹوں کو ندامت ہی ندامت ہے
اے آصف کلمہ حق کی صدا اپنی ڈیوٹی ہے
سزا اس جرم کی جو ہو سعادت ہی سعادت ہے

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو ہمیں پیغام دیا تھا، اس پیغام کے لحاظ سے اس دور کے اس اہم مسئلے پر ہمیں سوچنا ہے اور اس سلسلے میں اپنی ڈیوٹی کو پورا کرتے ہوئے ہمیں کچھ لوگوں کا مواخذہ بھی کرنا ہے اور اس بات کو بیان کئے بغیر میری گفتگو کبھی بھی پوری نہیں ہو سکتی کہ وہ لوگ جنہوں نے یہ رستے بنائے ہیں، انہیں اپنے کیے پہ یقیناً ندامت ہے، آج ان کو ندامت ہے کہ پوری دنیا میں ایک احتجاج اٹھا ہے اس احتجاج میں جو روح تھی وہ روح یقیناً امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کی تھی۔ اس بات کو ماننا پڑے گا اور کھلے دل سے ماننا پڑے گا کہ جن لوگوں نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کو شرک کہا تھا آخر ان لوگوں نے اس کے sticker کیوں چھاپے، آج حجاز مقدس کے کونے کونے پہ دیواروں پر اور دوکانوں پر اور کاروں پر اگر یہ لکھا ہے:

لَبَّیْکَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

تو ہم پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ اگر شرک تھا تو اب کیسے جائز ہوا اور اگر شرک نہیں تھا تو پہلے تم نے کیوں جرم کیا، اس واسطے اگر آج کہتے ہو:

فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

مُشْتَاقُوْنَ لِرُأْیَاکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

نَحُوْرُنَا دُوْنَ نَحْرِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ

اگر آج تم سمجھتے ہو کہ اس کو بولنا ضروری ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ نہ ماننے کی وجہ سے باطل کے حوصلے بڑھے ہیں، اگر شروع سے یہ بولا جاتا تو باطل پرستوں کو یہ آج بھی اپنے نبی ﷺ سے وابستہ ہیں، آج بھی اُن کا ان کے ساتھ تعلق ہے اور ان کا گزارہ ان کے بغیر نہیں ہے۔ انہیں پتہ چلتا کہ ہم تو آگ کے شعلوں کو دعوت دیں گے، اگر ہم ان کے پیغمبر کے خاکے بنائیں گے، یہ سب سے بڑی غلطی ہے، اس جرم پر ان کا کلمہ پڑھ کے سجدہ سہو نکالنا چاہئے کہ جو انہوں نے پہلے یارسول اللہ ﷺ کو شرک کہا اور اب اسکے نعرے حجاز مقدس میں لکھے ہیں اور باقی بھی ہر جگہ تم نے دیکھا، اگر بیت المقدس کے سامنے سے ریلی گزری تھی تو اجتماع بیت المقدس کا تھا لیکن نعرہ اس میں بریلویوں کا تھا۔

لَبَّیْکَ یَارَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

تو یہ کسی کی بھول ہے کہ یہ چند لوگ ہیں جو پاکستان یا انڈیا میں رہتے ہیں، نہیں نہیں، بریلویت تازہ پھولوں کی مہک کا نام ہے اور جو دنیا میں ایمان کا گلشن

ہے، اس مہک کو اسی نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب قدس کی ریلی ہو، مصر کی ریلی ہو، مراکش کی ریلی ہو، ہر ریلی کا نعرہ وہی ہے جو ہمارا نعرہ ہے تو اس نعرے کو جن لوگوں نے گھٹن میں بھی محفوظ رکھا اور اپنی روح سے اس کی حفاظت کی ہے، تو ماننا پڑے گا کہ اگر آج باطل کے خلاف ان کو حرارت محسوس ہوئی ہے تو وہ عقیدہ تھا، جس عقیدے پر اہل سنت نے پہرہ دیا ہے اور ان لوگوں کی طرف سے خرابی تھی کہ دن رات درس دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ بس ڈاک دینے ہی آئے تھے، اور

حَسْبُنَا اللّٰہُ حَسْبُنَا اللّٰہُ

کہہ کہہ کے جس کا تعلق ابوجہل کے مقابلے میں تھا، کہ اللہ فرماتا ہے، اے محبوب ﷺ! ان کو کہو، ابوجہل کی کوئی ضرورت نہیں، میرے لئے اللہ کافی ہے۔

انہوں نے اس کو پیغمبر کے مقابلے میں پڑھنا شروع کیا ہوا تھا، حسبنا اللہ کو پیغمبر کی **opposition** بنایا ہوا تھا کہ نبی کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ کافی ہے، تو پھر اِب بتاؤ، نبی ﷺ کی ضرورت کیوں پڑی۔

لہٰذا پتہ چلا کہ یہ غلط سوچ ہے جو سید عالم ﷺ کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ وہ ڈاک دے کے چلے گئے، اب پیچھے کیا ہے، نہیں نہیں، ان کے بغیر ایک منٹ بھی زمین کا نہیں گزر سکتا، آسمان باقی نہیں رہ سکتا، ایمان نہیں رہ سکتا۔ اس واسطے ان لوگوں کو اب تائب ہونا چاہئے اور اس رستے پہ آنا چاہئے، جو

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ

کا ہے۔

اللہ کی اس رسی کو پکڑ لیں۔

وَلَا تَفَرَّقُوا

اور پھر ہم سے آگے پیچھے نہ ہوں، یہ سیدھی سڑک شفاعت نگر کی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ہر ذی عقل مانے گا کہ خاکوں میں گستاخی ہوئی تو کیا تھا، لکیریں بنی ہوئی تھیں، ایک شخص اس ذات کی مثل بنانے پر تل گیا، جس کی مثل رب نے نہیں بنائی، گستاخی ہوگئی کہ تم نے یہ کاغذ پہ لکیریں کیوں بنائیں؟

ساری دنیا اٹھی، اگرچہ بعد میں وہاں بم وغیرہ نصب کیا گیا، لیکن اصل گستاخی خاکہ بنانا ہی ہے، جب Phillip Hitti نے سیرت کی کتاب لکھی تھی اور نبی ﷺ کو معراج کیطرف جاتے دکھایا تھا کہ آپ ﷺ سواری پہ بیٹھے ہیں اور جبریل علیہ السلام نے نکیل پکڑی ہوئی ہے تو ساری دنیا نے کہا کہ یہ تم نے شان رسالت میں گستاخی کی ہے، جب اللہ انکی مثل کوئی نہیں پیدا کرتا، تو تم نے تصویر کیسے بنائی۔

ایک ہے کاغذ پر لکیریں بنانا اور وہ لکیریں یہ بولیں کہ ہم مسلمانوں کے نبی کی مثل ہیں، اگر مثل نہ کہا جائے تو اور کوئی احتجاج نہ ہوتا، ان لکیروں پر احتجاج کیوں ہوا کہ ان لکیروں کو ہمارے نبی ﷺ کی مثل کہا گیا، دیکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ بنانے والے نے کہہ دیا ہے کہ یہ لکیریں مثل ہیں، اب خود تم مجھے فتوی دو، یہ تم میں سے ہر بندہ فتوی دے سکتا ہے، ایک ہے کسی کی کاغذ پر لکیریں بنانا اور ایک ہے اس کو منہ پر گالی دینا، تو کیا منہ سے بولنا بڑا جرم ہے یا لکیریں بنانا بڑا جرم ہے۔

لکیریں تو سمجھنے کے لیے کوئی دماغ کھپائے گا، اس کے بعد جا کے بات بنے گی، خاکہ پورا ہو گا اور پھر گستاخی نکلے گی، زبان سے فوراً الفظ بنیں گے اور گستاخی بن جائے گی، فتویٰ تم سے یہ پوچھ رہا ہوں، اگر کاغذ پر لکیریں بنا کر ان کو سرکار ﷺ کی مثل کہا جائے تو گستاخی ہے، تو جو خود اپنے منہ سے کہے کہ میں مثل ہوں، تو یہ گستاخی کیوں نہیں؟ کاغذ پہ لکیریں بنیں تو یہ گستاخی ہے اور ایک جیتا جاگتا بندہ اپنے منہ سے کہے کہ میں ان کی مثل ہوں اور ان کی طرح ہوں، تو یہ کیا چھوٹی گستاخی ہے؟

کوئی بندہ بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکے گا، اگر کاغذ پر بے جان خاکہ نبی ﷺ کے بارے میں خاموش لکیریں توہین ہے تو چلتا پھرتا چھ فٹ کا بندہ جو کہتا ہے، میں ان کی مثل ہوں، اس نے کتنی بڑی گستاخی کی ہے۔ اس واسطے:

میرؔ بھی کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اگر یہ سمجھیں کہ یہ لوگ ناموس رسالت پہ پہرہ دے سکتے ہیں تو یہ بھول ہے، نہیں نہیں، رستے ان کے بنائے ہوئے ہیں، قادیانی کے لئے ہوں یا Danish کمپنیوں کے لئے ہوں، ان لوگوں نے یہ دھندہ بنا رکھا ہے اور کوئی کام ہی نہیں ہے، یہ توحید ہے، درس قرآن ہے، یہ تبلیغ ہے اور یہ ختمِ بخاری ہے، جب تک اپنے آپ کو نبی ﷺ کی مثل نہ کہہ لیں، اس وقت تک چین ہی نہیں آتا، اس سے ان لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے، جو ہر روز اپنی مثل کہتے رہتے ہیں، ہم کہہ دیں گے تو کیا ہو گا، ان کو پتہ چلا کہ یہ مثل کہنے والے اس امت کے دو نمبر لوگوں کا طبقہ ہے۔ اصل

وہ ہیں، جو ان کو کسی کی مثل نہیں مانتے، تب احتجاج ہوا، ورنہ جو خود ان کی مثل بنے، کاغذ کی مثل پر کیا اعتراض ہونا تھا، منہ چھپانے کے لئے اٹھے، وقتی مصلحتیں تھیں اور سیاستیں تھیں اور پھر چپ ہو گئے۔ ہمارا یہ مشن باطل کے لئے ہمیشہ رہے گا اور ہم قرآن وسنت کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم وہ ہیں کہ ہم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تک یہ کہا ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اللہ پیدا کر ہی نہیں سکتا۔

یہ مسئلہ برصغیر میں اٹھا تھا، جب ایک شخص نے کہا تھا کہ اگر اللہ چاہے تو بیک جنبش قلم کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر سکتا ہے، تو اس پر امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی تھی اور کہا تھا،

کروڑوں کیا، اللہ ایک بھی پیدا نہیں کر سکتا، تم کہتے ہو رب چاہے تو کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر سکتا ہے۔

اسماعیل دہلوی نے کہا تھا، لیکن امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ کروڑوں تو کیا، ان جیسا ایک بھی پیدا نہیں کر سکتا، اس نے کہا یعنی اسماعیل دہلوی نے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

اللہ ہر چیز پہ قدرت رکھتا ہے۔

تو کیا وہ ایک بندہ نہیں بنا سکتا، تو میرے امام نے کہا تھا کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اس کا معنی تو پڑھو، اگر ہر چیز سے مراد ہر شی ہے تو پھر کیا اللہ دوسرا اللہ بنا سکتا ہے، جب اللہ دوسرا اللہ نہیں بنا سکتا، تو پتہ کیا چلا کہ اللہ دوسرا اللہ بنانے پر

قدرت نہیں رکھتا، کیونکہ جس بات میں اللہ کی الوہیت پر اعتراض لازم آتا ہو، اللہ وہ کام کرتا ہی نہیں ہے تو میرے امام کہنے لگے، اللہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں بنا سکتا، کیوں؟

ہم پوچھتے ہیں کہ وہ جو بعد میں بنے گا، وہ خاتم النبیین ہوگا یا نہیں ہوگا، اگر وہ خاتم النبیین نہیں ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، اگر وہ ہے تو پھر اللہ کا کلام جھوٹا ہو جائے گا، کیوں کہ خاتم ایک ہی ہو سکتا ہے، دو نہیں ہو سکتے، آخری ایک ہو سکتا ہے، دو نہیں ہو سکتے، ایک مرتبہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری کہے اور پھر کسی اور کو بنا کے لے آئے ، تو اللہ کے کلام میں جھوٹ لازم آ جائے گا، چونکہ میرا رب جھوٹ سے پاک ہے تو وہ دوسرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنانے سے بھی پاک ہے۔

اس واسطے یہ عقیدہ شروع سے رہا ہے اور اس کی برکتیں ہیں، اس کی وجہ سے ناموس رسالت کی ذمہ داریاں پوری کی جا سکتی ہیں، اگر اس قانون کو بین الاقوامی قانون کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو ہمارے پاس اس کے بھی دلائل موجود ہیں رب ذوالجلال کے قرآن کو پڑھ لیں، عقلی دلائل کو دیکھ لیں، اگر کوئی اقوام متحدہ کے **Forum** پر ہم سے بات کرنا چاہتا ہے، ہم ان شاء اللہ اقوام متحدہ کے قانون سے بھی اس کو ثابت کریں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سب سے بڑا جرم ہے۔ اس واسطے کہ قرآن مجید میں جب یہ کہا گیا:

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

جب ان سے کہا گیا کہ تم زمین میں فساد نہ کرو۔

اس وقت فساد کس چیز کو کہا گیا تھا، کیا وہ fire کررہے تھے، کیا وہ بندوں کو قتل کررہے تھے؟ کیا منافقین اس وقت کوئی ایٹم بم چلا رہے تھے؟ نہیں، فساد کیا تھا؟ وہ نبی ﷺ کی توہین کرتے تھے، تو توہین رسالت ﷺ فساد فی الارض ہے لہٰذا انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی سوسائٹی برقرار تب رہ سکتی ہے کہ جب فساد فی الارض نہ ہو، اور فساد فی الارض سے بچایا تب جاسکتا ہے، جب نبی ﷺ کی توہین سے لوگوں کو روکا جائے۔

لہٰذا پوری کائنات میں کوئی بھی ملک ہو اس کا اولین قانون یہ ہوگا کہ اگر زمین بچانی ہے تو اللہ کے محبوب ﷺ کو چھیڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ تو سرکار ﷺ کے حوصلے ہیں ورنہ کوئی مثال ایسی نہیں کہ جب کسی نے پیغمبر سے متھا لگایا ہو، اللہ نے ان کو الٹا نہ کیا ہو، سارا قرآن پڑھ کے دیکھ لو، اللہ سے جو کچھ وہ کرتے رہے، اللہ ان کو برداشت کرتا رہا، مگر اللہ کے پیغمبروں سے جن لوگوں نے بغاوتیں کیں، اللہ نے پیغمبروں کی عزت کیلئے ان لوگوں کی بستیاں الٹ دیں، تو آج اگر صدیوں سے ایسا نہیں ہوا، تو کیوں؟ اس لیے کہ درمیان میں ہمارے نبی ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ جب جلال میں آتا ہے تو سامنے سرکار ﷺ ہیں، میرے محبوب ﷺ عرض کرتے ہیں یا اللہ! زمین پہ میں ہوں، اگر بدبخت کرتے ہیں تو کرتے رہیں، زمین پہ میں ہوں، اس کو الٹا نہیں ہونا چاہئے۔

اگر سرکار ﷺ تنگ آ کے ہٹ گئے، تو یہ زمین بچے گی کیسے؟

اس واسطے ہم ان لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ میرے نبی ﷺ کو بے

زار نہ کرو، وہ گنبدِ خضریٰ کے مکین، اگر ایک منٹ کے لئے مخلوق اور خالق کے درمیان سے ہٹ گئے اور کہا اے اللہ! جو مرضی آئے ان سے کر لے تو پھر کون بچے گا؟

اس واسطے پوری کائنات میں امن کی ضمانت ہے ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ، جس وقت تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ برقرار رہے گا تو اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو امن عطا فرمائے گا۔

یہ موضوع یقیناً بہت طویل ہے اور اس کا کافی حصہ باقی ہے، طوالت کی وجہ سے میں اس کو چھوڑ رہا ہوں، اپنی گفتگو اسی پیغام پہ ختم کرنا چاہتا ہوں، جو آج کے دور میں ہر صالح مومن کے دل کی آواز ہے اور جتنے بھی سخت سے سخت حالات ہوں، ان کے مقابلے میں جو ایک مومن کی حقیقی آواز ہونی چاہئے، وہ یہی ہے کہ:

ناموس رسالت ﷺ کرسی کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ آیت الکرسی کا معاملہ ہے، یہ بے ایمانوں کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایمان کا معاملہ ہے۔

اس واسطے ہمیں اس کے لئے پوری طرح حساس ہونا ہے اور اپنی جو قرض کے لحاظ سے ڈیوٹی ہے، اس کو ہم سب نے ادا کرنا ہے۔ میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہمیں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

OOOOO

تبرکات عالمی مبلغ اسلام

شاہراہ اہل سنت جواب شاہراہ بہشت

آئینہ اہل سنت

جرائم کا قافلہ

مشائخ قادریہ رضویہ

گلدستہ تقاریر 2 جلد

شاہ شہیداں

100 غلط مسائل

ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں

تحفہ شعبان المعظم

تحفہ رمضان المبارک

ذکر اویس

قرآن پاک کے آداب

بہشتی دروازہ

ذکر سیرانی

بدعت تہوار یا ... کردگار

علم حضرت یعقوب علیہ السلام

تبلیغی جماعت کے کارنامے

نماز کا سنت طریقہ

زندہ نبی ... زندہ صحابہ

گھناؤ دجال

پردہ کیا ہے

وہابی اہل حدیث نہیں

اہل جنت اہل سنت

تحقیق مسئلہ ختم نبوت

فہرست کتب

# اویسی بک سٹال

پیپلز کالونی گوجرانوالہ

محمدی نماز

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یزید علماء اہل سنت کی نظر میں

میلاد النبی

بارہ ماہ کے فضائل و مسائل

عقائد و معمولات اہل سنت

حقیقت ایصال ثواب

فضائل درود شریف

ایصال ثواب کیوں اور کیسے

مسئلہ رفع یدین براہین محمدی اور علی زئی کا تعاقب

بھیڑ نما بھیڑیے

الحق المبین

صراط مستقیم پبلیکیشنز
مرکز الاولیاء دربار مارکیٹ لاہور
042-711577 - 0333-8173630

ادارہ صراط مستقیم پاکستان

بانی ادارہ

## مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

کے دل کی آواز

# ادارہ یہ چاہتا ہے کہ

- اُلوہیت و رسالت سے متعلق اعتقادی اور عملی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے۔
- مقاصد قرآن و سنت کو سمجھ کر ان کا آگے ابلاغ کیا جائے اور عالمگیر سطح پر ایمان و عبادات کے ساتھ اسلام کے ''نظریہ ملک'' کو بھی واضح کیا جائے۔
- حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت کو عام کیا جائے اور انکی پابندی کا احساس بیدار کیا جائے۔
- مقبولان بارگاہِ ایزدی (انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، ملائکہ عظام اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا وسیلہ جانتے ہوئے انکے درجات کے لحاظ سے انہیں اپنی محبتوں کا مرکز بنایا جائے اور انکی ناموس پہ پہرہ دیا جائے۔
- معاملاتی اسلام کی ترویج کی خاطر اور برکات دین سے تمام شعبہ ہائے زندگی کی مانگ بھرنے کیلئے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے ذہن سازی کی جائے۔
- عریانی، فحاشی، حرام خوری، بے حیائی، فریب کاری، دغابازی، جھوٹ، خیانت اور ظلم و ستم ایسی بیماریوں سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔
- نام نہاد روشن خیالی کے گندے سیلاب کے سامنے بند باندھا جائے۔
- تطہیر اخلاق، تعمیر سیرت، روحانی تسکین اور صفائے باطن کیلئے تربیت گاہوں کا اہتمام کیا جائے۔
- مزارات اولیاء جو کہ مراکز انوار و تجلیات ہیں انہیں جہلاء کی غیر شرعی حرکات سے بچایا جائے۔
- یہود و نصاریٰ اور حرکاتِ ھدّامہ (اسلام کو نقصان پہنچانے والی تنظیموں) کی سازشوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور امت مسلمہ کو ان سے بچانے کیلئے بروقت اقدام کیا جائے۔
- سماجی خدمت کے اسلامی فلسفے کو اجاگر کرتے ہوئے بعض این جی اوز کی سماجی خدمت کی آڑ میں دین مخالف سرگرمیوں کا تعاقب کیا جائے۔

مذکورہ مقاصد کے حصول کیلئے ان امور پر خود عمل پیرا ہوتے ہوئے گھر گھر یہ پیغام پہنچانے کی خاطر دورِ جدید کے تمام ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لایا جائے

# صراطِ مستقیم

## صاحبزادہ سعید بدر قادری

زندگی کی منزل و مقصد، صراطِ مستقیم
جس نے مقصد پالیا، اوجِ ثریا پر مقیم

آتشِ نمرود میں کودا جو بے خوف و خطر
ساری دنیا جانتی ہے، تھا وہ عشقِ ابراہیم

رزم گاہ میں عشق کا جذبہ ہے تیغ بے نیام
بزمِ یاراں میں مثال گو سفندانِ سلیم

اہل باطل کے لئے وہ موت کا پیغام ہے
اہل حق میں نرم و نازک، دلربا، مردِ کریم

بد زباں، بد بخت تھا وہ سخت گستاخِ رسول
کعب بن اشرف یہودی تھا مدینہ میں مقیم

نور حق سے نہ ہوا وہ زندگی میں مستنیر
تھا ٹھکانہ اس کی قسمت میں فقط نار جحیم

رات کو اک دن محمد مسلمہ نے جوش میں
کعب کو پہنچا دیا، در بزم شیطان رجیم

یہ خبر سن کر رسول پاک بے حد خوش ہوئے
دی بشارت مسلمہ کو نعمتِ باغِ نعیم

جو نبی کی شان میں ہرزہ سرا ہو گا سعید
دین و دنیا میں ہے اس کے واسطے درد الیم

مرتبہ میرے نبی کا سب نبیوں سے بلند
ذکر ان کا ہے دلوں کے واسطے بادِ نسیم

وہ جہانوں کے لئے رحمت کا بحر بیکراں
ہیں وہ دشمن کے لئے بھی خوش سگال، وخوش کریم

آؤ لوگو ہم بھی یہ دامانِ رحمت تھام لیں
ہے حقیقت میں یہی سب کے لئے فوز العظیم

عشق بے پروا تو ڈٹ جاتا ہے کربل میں سعیدؔ
سر کٹاتا ہے بہ پاسِ خاطر ربِّ رحیم


صراطِ مستقیم پبلیکیشنز کیسٹ اینڈ سی ڈی سنٹر
5-6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-37115771, 0321-9407699

صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
بالمقابل جامعہ محمد رضا مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ
0333-8173630

Designed by: 0321-4761150